

ہفت روزہ

لاہور

# معارف

پرنسپل برائے تعلیم

شیخ الفیہ حضرت مولانا محمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

23 ستمبر 1955

یک از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

Printed







# خدا پر الٰہی

جلد ۱ | یوم جمعہ ۵ صفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۵۵ء | شمارہ ۱۹

سرخ فیتہ

ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر وہ دیکھ رہا ہے۔ جس کے قبضہ قدرت میں عزت و شرف بھی ہے اور ذلت و خواری بھی! آپ کس کے مسخ نہیں گئے؟؟؟

ہماری سرکاری مشینری میں سب سے زیادہ بدنام بننے والی سرخ فیتہ ہے۔ کسی شخص کو اگر سرکاری دفتر سے سالیقہ پٹ جائے۔ تو اس کے اگلے سے کہیں زیادہ اس کا وقت۔ وہیں اور محنت صرف ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں ہماری عدالتیں سب سے زیادہ پیش پیش ہیں۔ اور بالخصوص دیوانی عدالتوں میں دائر رہی کرانا تو جوئے شیر کا لانا ہے۔ کوئی مقدمہ خواہ کتنی ہی معمولی نوعیت کا کیوں نہ ہو لیکن سائنس کو طواف عدالت کئے بغیر چارہ کار نہیں ہوگا۔ یہ اندازہ لگانا ان حد و شور سے کہ ہمارے قومی وقت اور سراسر کا کس قدر گراں بہا حصہ محض حاضرین اور پیشینوں میں ضائع ہوتا ہے۔

لیکن یہ مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کا حل ناپید ہو۔ اول تو ہر شخص کو اپنی قدر واری کا احساس ہونا چاہئے لیکن اگر ہم میں اس خوبی کا فقدان ہے تو حکومت کے پاس اس کے علاج موجود ہیں۔ اگر ہر امر اس کی طرف پوری توجہ دے کہ کارروائی اپنے وقت پر ہو۔ اور وقت پر کام نہ کرنے والے کے خلاف سخت کارروائی کی جائے تو یہ انتہ حد و شور کی دور ہو سکتی ہے۔ سائنس کو مکمل کارروائی کا وقت دیا جائے۔ اور یہ امر ناممکن کر دیا جائے کہ مقررہ وقت سے تاخیر ہو۔ اسلئے اس کا اپنا کام وقت پر کرنا اور پورے انصاف سے نگرانی کرنا از بس ضروری ہے۔ عوام کے لیے بھی ضروری ہے کہ اس ضمن میں دفاتر سے پورا پورا تعاون کریں۔ اور اپنا کام نکالنے کے لیے اثر و رسوخ اور رشوت لینے سے گریز کریں۔ اگر فریضہ اپنی اپنی جگہ محتاط ہو جائیں تو دفاتر میں جگہ بہ جگہ سہولت ہو سکتی ہے۔ اور حکومت اور عوام کے درمیان جو وسیع صلح حاصل ہوگی جاری رہے وہ باقی جان سکتی ہے۔

کیا تم عرض و جہ میں آتی ہے یہ حال ہے۔ تو ہم کس منہ سے سابقہ دستور پر طعن کر سکتے ہیں کیا اراکین دستور کو حق حاصل ہے کہ غریب قوم کے شاندار اخراجات اپنا پیٹ کاٹ کر ادا کرے اور وہ اپنا وقت لابیوں میں بیٹھ کر خوش گپیوں میں ضائع کریں اور دستور کے اجلاس سے غیر حاضر رہیں۔ وہ دستور کے اجلاس میں حاضر ہونے کے لیے منتخب ہوئے ہیں یا غیر حاضر رہنے کے لیے؟ سابقہ دستور کی برطرفی کے بعد بڑے جوش و خروش میں موجود دستور بنائی گئی تھی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اس کے تازہ دم اراکین شب و روز محنت شاقہ سے قوم کا مطالبہ دستور پورا کرتے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دکن بننے کے بعد انہوں نے اپنے لفظ العین ہی کو گڑبڑ سے طاق تیاں بنا کر رکھ دیا ہے۔ اگر اوائل ہی میں ایسے حالات میں تو اواخر میں کیا ہوگا۔

قیاس کن ز گلستاں من بہار مرا ہم کسی خاص پارٹی کی حمایت و مخالفت سے اجتناب کرتے ہوئے اراکین دستور کو من حیث الجماعت مشورہ دیتے ہیں کہ وہ قوم کی نظر میں خائن و بد دیانت نہ بنیں۔ اپنے فرض منصبی کو پہچانیں اور دستور سازی کے کام کو جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچائیں۔ اپنے متعلق کسی کو گمان نہ ہونے دیں کہ اس دستور کا حشر بھی سابقہ دستور جیسا ہوگا۔ اگر ایمانداری سے جائزہ لیا جائے۔ تو تا حال سابقہ اور موجودہ دستور میں تمیز کرنا محال ہے۔ آخر ان لوگوں میں کیا برائی تھی؟ یہی تھی تا کہ انہوں نے قوم کے مال اور وقت کو اپنی وراثت سمجھا اور بالآخر ناکامی و نامرادی کا سار ٹیفکیٹ نہ صرف حکومت کے سر پہاڑ سے حاصل کیا بلکہ عدالت عالیہ سے بھی۔

قوم آپ کی طرف دیکھ رہی ہے اغیار زبان طعن کھولنے کو تیار بیٹھے

## دستور پر دستو سازی

ان دنوں کراچی میں دستور کے اجلاس ہو رہے ہیں۔ ان کی روزانہ قانون کراچی میں سے اخبار میں حضرات کی نظر سے گذر رہی ہوگی۔ دستور کی تشکیل ہوئے دو ماہ سے زائد عرصہ ہو رہا ہے۔ اس دوران میں جو کام ہوا ہے۔ وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دستور سازی کی یہی رفتار رہی تو دستور کی تکمیل ناممکن ہے۔ اگر اراکین دستور پورے انصاف سے آئین سازی میں حصہ لیں۔ اور غور و خوض کے بعد کوئی شق پاس ہو۔ تو اس طریق کار سے کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہاں ایسے حالات ہیں۔ ایک ممبر نے تقریر میں مسلسل کئی دن ضائع کئے۔ ان آئام میں انہوں نے کوئی دلائل و براہین پیش نہیں کئے۔ بلکہ دوسرے اراکین پر الزام تراشی اور لعن و طعن میں وقت ضائع کیا پھر جب مطعون ممبر صاحب کی باری آئی۔ تو انہوں نے اول الذکر کی بگڑی اچھائی۔ بعض مواقع پر تو اسمبلی ہال میں بھی منڈی کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ کئی اراکین بیک وقت پوری آواز سے چلنے لگے۔ اور سپیکر صاحب خاموش کرانے کی ناکام سعی فرماتے رہے۔ البتہ جب کبھی ایوان میں اراکین کے تفریح طبع کا سامان نہیں ہوتا تو وہ کارروائی سے عدم دلچسپی کا اظہار فرماتے ہوئے اسمبلی میں تشریف ہی نہیں رکھتے۔ بلکہ لابیوں میں بیٹھ کر خوش وقتی میں مصروف رہتے ہیں۔ کورم پورا کرنے کے لیے سپیکر کو بار بار گھنٹی بجانا پڑتی ہے لیکن معزز اراکین شان سے نیازی سے ٹالی دیتے ہیں۔ بعد مشکل کورم پورا ہوتا ہے۔ اور کارروائی جاری ہو سکتی ہے۔

قارئین کرامی قدر! آپ نے دستور میں اپنے نمائندوں کو حرا و حفظ فرمایا۔ اگر اس دستور کا جو بڑے بڑے دغاوی



# میرانا جہالت ہے!

از جناب محمد شمیم رحمانی صاحب

وہ خدا پرست و مہاجر خدا اور اس کے رسول کے احکام کو عام رواج دینا چاہتے ہیں۔ اور خدا رسول کے حکم کے خلاف نہ کچھ دیکھنا نہ کچھ سننا چاہتے ہیں۔ میں خاکسار ہندی ہمیشہ ان موٹے موجدوں سے شکرت کرتی رہی ہوں آخر کار انہیں وہابی کا خطاب دلوا ہی کے چھوڑا۔

اس سے پہلے کہ میں کچھ عرض کر دوں یہ بتا دینا ضروری سمجھتی ہوں کہ میں کون ہوں۔ اور آپ لوگوں کے سامنے کیا کہنا چاہتی ہوں؟ سنو میرا نام جہالت ہے اور میں اپنی آپ بیتی داستان آپ لوگوں کو سنانا چاہتی ہوں۔ اگر آپ سمجھو نہ سمجھیں تو جب سے یہ مخلوق پیدا ہوئی ہے۔ اسی زمانے سے میری ہستی بھی دنیا کے اندر موجود ہے۔ چونکہ ہمیشہ سے میرے ساتھ ظاہر خدای اور ہر قسم کی رنگ و لیل اور عیش و عشرت کے ساز و سامان سیر ساتھ رہتے ہیں اور میں اپنے سایہ پردوں کو ہمیشہ مانی ہوئے نہ مہی جھگڑے کھیلوں کی تیز اور جاکو بندیل سے الگ تھاگ رکھ کر مانی آزادی کی زندگی کا سبق دیتی رہتی ہوں۔ اس لیے ہمیشہ دنیا نے میرا ساتھ دیا۔ اور میں جس جگہ بھی پہنچی لوگوں نے بڑی تیز رفتاری سے میرا خیر مقدم کیا۔ شروع زمانہ ہی میں میرے آقا حضرت ابلیس صاحب نے کہ جن کے نام نامی اسم گرامی سے آج دنیا کا بچہ کچھ واقف ہے۔ جب مجھ سے اس قسم کی خوبیاں دیکھیں اور مجھے ہر طرح اپنے ڈھب کا پایا تو فوراً اپنی زنجیت سے مجھے مشرف کیا پھر ہم دونوں اپنے کار منصبی میں بڑی مستعدی سے منہمک ہو گئے۔ اور اب تک ہمارے اشتغال میں کوئی فرق نہیں آیا۔

ہم نے اپنی زندگی کی طویل مدت میں دنیا کے اندر جو نمایاں کام کئے ہیں مفرد عالم کا پر ورق اس سے نہ کچھ ہے ہمارے کام کرنے کا ہمیشہ دستور دہا ہے کہ جب کبھی کسی مقام پر ہم اپنا سک جانا چاہتے ہیں۔ تو پہلے حضرت ابلیس صاحب مجھے وہاں بھیجتے ہیں۔ میں وہاں پہنچ کر برسات کی کالی کالی گھٹاؤں کی طرح سب پر محیط ہوجاتی ہوں اور وہاں کے تمام باشندوں کو اپنی ہلنی ہلنی سیاہ زلفوں کے سایہ میں لے لیتی ہوں۔ اس کے بعد میرے آقا ابلیس صاحب تشریف لاتے ہیں۔ وہ دنیاوی عیش و عشرت اور نام و نواز کے سبز باغ دکھا کر لوگوں کو اپنا گروہ و مرید بنا لیتے ہیں۔ اور وہ بیچارے مذہبی قیود کی جکڑ بندلوں سے نجات پا کر پوری آزادی اور بے نگرانی کے ساتھ عیش و آرام کی زندگی لے لیتے ہیں اور پھر وہاں ہمارا خوب سکھ جم جاتا ہے۔

بعض جگہ ہمیں ایسے لوگ بھی ملتے ہیں کہ جنہیں تلاش کاہر اور باندی کا جنوں اور دالوں کی نسبت کسی قدر زیادہ ہوتا ہے۔ ہم ایسے لوگوں کی اصلاح دوسرے طریقے سے کرتے ہیں۔ یعنی پہلے توان کے تلاش حق اور مذہبی جذبے کا نکاش خواہشات نفسانی کی بجلی کے ساتھ ملا دیتے ہیں جس سے ان کی حق پرستی نفس پرستی سے تبدیل ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد ہی تو ہم پرستی ایک لہر اپنے اوپر سے اندھڑا دیتی ہیں جہاں کے تمام خیالات کو اچھا خاصہ جھول مرکب بنا دیتی ہے۔ اور پھر آہستہ آہستہ وہ بھی ہمارے پکے مردوں میں آکر داخل ہوجاتے ہیں۔ لیکن اکثر جگہ بہت سے ایسے لوگوں سے بھی ہمیں مقابلہ پڑتا ہے کہ جن پر باوجود ہزاروں کوششوں کے ہمارا کوئی جادو کارگر نہیں ہوتا۔ مگر پھر بھی ہم اپنی اس ٹھوڑی سی ناکامی سے متاثر ہو کر کبھی اپنے چہرے پر بل نہیں آنے دیتے ہیں۔ بلکہ اپنی جہت مردانہ سے برابر سارے جہاں کا گشت لگانے اور لات دن اپنے کام کی انجام دہی میں مصروف رہتے ہیں۔

فائدہ یہ خیال کر کے کہ ہم وہاں بیوی اتنی بڑی دنیا کا سارا کام طرح انجام دے سکتے ہیں۔ دوسٹوں میں نہیں بنائے دیتی ہوں اس بڑی ہم کے سر کرنے میں صرف ہم وہاں بیوی ہی مصروف کا رہتے ہیں۔ بلکہ ہماری ماتحتی میں ہزاروں ہم جنس انسانوں کی ایک بہت بڑی جماعت بھی رات دن اسی کام میں مشغول رہتی ہے جو دنیاوی لذتوں اور عارضی مسرتوں کے حاصل کرنے میں اس نادان خشک مغر ملاؤں کی نسبت کہیں زیادہ بہتر رہتی ہے۔ کہ جو مجھ سے منہ موڑ کر صرف خدا ہی کی ذات پر بھروسہ کر کے کسی مجھ کے گوشہ میں بیٹھ کر اللہ اللہ کی بے سوز رشتت میں اپنا عزم و نیت ضائع کر گئے یا اس کا لب صیب اللہ کے ترانے لاپ کر خود بھی تلاش زندگی کو ناکوں مشغول میں پڑتے ہیں۔ اور آخر کار کو بھی آزادی کی زندگی سے روکتے ہیں۔

یہ تو ہمیں معلوم ہی ہو گا کہ اللہ میاں نے جتنے بھی پیغمبر بھیجے ہیں۔ ان سب کے سب لوگوں کے خیال کی نسبت پیغمبر ہیں۔ یعنی جہاں جس خیال کے لوگ ہوتے اللہ میاں نے اسی مناسبت سے کوئی پیغمبر صاحب بھیج دیتے ٹھیک یہ بھی طریقہ ہم نے بھی اپنے نامیوں کے متعلق اختیار کر رکھا ہے جہاں جس خیال کے لوگ ہوتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی آدمی اس میں تیار کر دیتے ہیں۔ جو ٹھوڑے سے دنیوی مال و زر کے لالچ میں ہمارا کام ہمارے ہی طرح نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتا رہتا ہے۔ چنانچہ آپ خود کر کے دیکھیں

تو مولویوں میں مولوی پیروں میں سیر اور داخلوں میں بہت مدد اور مناظر آپ کو ایسے ملے گے جو نظائر تو اسلام اور اہل اسلام کے خادم بنے ہوئے ہیں اور حقیقت میں ہمارے ہی فرائض کو نہایت خوبی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔

آپ نے اپنے ملک کا دستور تو دیکھا ہو گا۔ کہ جب حکومت ہمارے ملک انتظامات کے واسطے تم میں سے کچھ لوگوں کو منتخب کر کے ہماری خدمت کے لیے مامور کرتی ہے تو مامور کے کے تو سے ان لوگوں کے نان نفقہ وغیرہ کی کفالت کا بار بھی ہمارے ہی سر ہوتا ہے۔ یعنی حکومت مختلف قسم کے ٹیکسوں وغیرہ کے ذریعے سے تم سے آمدنی وصول کر کے ان لوگوں کو دیتی ہے۔ جو ہمارے ہی دستور قسم کی حفاظت کے واسطے مقرر کئے جاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح ہم بھی اپنے اہل خانہ کی تنخواہیں ادا کرتے ہیں۔ وغیرہ کی صورت میں انہیں لوگوں سے دلاتے ہیں جس کے وہ ہمیشہ لالال رہتے ہیں۔ اور کبھی ہمارے فرائض کی انجام دہی سے غافل نہیں ہوتے۔

میں نے حضرت ابلیس کی معیت میں دنیا کے اندر بڑی بڑی مہموں کو سر کیا ہے۔ اور میں بڑی بڑی تختہ بازی حاصل ہوئی ہیں لیکن میں یہ نہیں کہتی کہ ناکامی کام سے کبھی ہمت نہ دیکھا ہو۔ قدرت نے مجھ کو دیکھوں اور اپنے دوسرے برگزیدہ بندوں کو جب کبھی ہمارے مقابلے کے واسطے بھیجا تو ہمیں ہمیشہ میدان میں تھکارتے ہی جی ہے لیکن ایک مرتبہ جس وقت اور تھکارتی کے ساتھ ہم نے شکست کھائی ہے۔ ہمیں اچھی طرح یاد ہے کہ شاید ایسی شکست ہم نے کبھی نہ کھائی ہوگی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ خدا نے اپنے برگزیدہ و محبوب ترین بندے تاج دار و عالم جناب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنا نائب اور دونوں جہاؤں کا سرکار بنا کر بھیجا تھا۔

یہ زمانہ کہ ہر حیثیت سے مخلوق کے حق میں ایک نہایت ہی مسعود زمانہ تھا۔ لیکن اگر ہم سے پوچھو تو اس سے بڑھ کر خوشی کی شادی شاید ہماری عمر میں ہم پر کبھی نہ آئی ہوگی۔ ہمیں اس وقت دنیا میں رہنا دشوار ہو گیا تھا۔ ہم جس جگہ بھی جا کر نہا گزیں ہوتے تھے اسلام کا لشکر جبار و ہالی پہنچ کر ہزار ذلت و خوار ہی ہمیں کان پکڑ کر نکال دیتا تھا جس طرح سوچ کی روشنی میں رات کی سیاہی کا قائم رہنا ناممکن ہے۔ بالکل اسلام کے مقابلے میں یہی حالت ہماری تھی۔ اس وقت ہم دونوں مایا بیوی سخت حیران و پریشان تھے اور زندگی سے اباوس ہو کر موت کا انتظار کر رہے تھے۔

ہمارے مردوں کا کثیر گروہ جو دنیا کے مختلف مقامات پر آباد تھا۔ ٹھوڑے ہی عرصہ میں تقریباً سارے کا سارا ہم سے مرتد ہو کر لشکر اسلام میں جاملے۔ ہم نے اپنی زندگی کی ان منحوس گھڑیوں کو ایک طویل مدت تک جن وقتوں میں ہمیں کے ساتھ کاٹنا تھا۔ وہ ہمیں عمر بھر اچھی طرح یاد میں آتی۔



# اَلْهَمُّ الْوَاحِدُ

(اَنمولینا عبد الحمید صاحب سروس (آہو))

میری دنیا دل زیر و زبر کیوں ہوتی جاتی ہے  
خدا یا زندگی تاریک تر کیوں ہوتی جاتی ہے  
اشاعتِ کافری کی سہل تر کیوں ہوتی جاتی ہے  
رو فرعون کی زنجینیاں کیوں بڑھتی جاتی ہیں  
روحِ عقبے کی تیزی اور باریکی قیامت تھی!  
مصیبت کے پہاڑ آخر مجھی پر ٹوٹے کیوں ہیں  
دل ویران کی ویرانیاں کیوں بڑھتی جاتی ہیں  
عطا روزِ الست اک روشنی فرمائی تھی کس نے؟  
سفینہ ملتِ بیضا کا ساحل پر نہیں لگتا  
تہیں کھدڑ میسر دیکھ لیجے جاں نثاروں کو  
نہ آئیں غم نہیں امید کا مٹنا قیامت ہے  
تیری مخلوق یا رب خوار تر کیوں ہوتی جاتی ہے  
قیامت کی گھڑی نزدیک تر کیوں ہوتی جاتی ہے  
حیاتِ زہد و تقویٰ پر خطر کیوں ہوتی جاتی ہے  
بیاض دستِ موسیٰ بے اثر کیوں ہوتی جاتی ہے  
رو دنیا مگر باریک تر کیوں ہوتی جاتی ہے  
اہلِ منہ پھاڑ کر نزدیک تر کیوں ہوتی جاتی ہے  
شعلِ سوزِ غم تاریک تر کیوں ہوتی جاتی ہے  
یہاں روحِ بشر تاریک تر کیوں ہوتی جاتی ہے  
نزاعِ ناخدا یاں فتنہ گر کیوں ہوتی جاتی ہے  
مگر شالِ عدو باریک تر کیوں ہوتی جاتی ہے  
سحر اس رات کی نزدیک تر کیوں ہوتی جاتی ہے

سروس اپنی سی محنت کر چکا اصلاحِ ملت میں

گرہِ الحاد کی چپدہ تر کیوں ہوتی جاتی ہے



(ایضاً مندرجہ ذیل)



# عدل و انصاف

سبق پڑھ پھر صداقت کا عدالت کا شجاعت کا  
لیا جائے گا کچھ سے کام دنیا کی امامت کا

(اقبال)

بھی ادھر ادھر نہیں رہتے۔ ہاں یہ عصمت و نیابت کا کمال ظہور تھا۔ کہ غلامی کی زندگی صرف آزادی سے نہیں۔ بلکہ اگر شاہی طہرات سے بھی بدل جائے۔ اور اس سونا میں انصاف کی دولت گرا کر ہاتھ سے چھینتی ہوئی نظر آئے۔ تو فوراً اس بازو سے اٹے پاؤں واپس آجانا چاہیے۔ ورنہ ہر قوم ہلاکت میں جانے کے مترادف ہوگا۔ یہاں حضرت یوسف علیہ السلام نہیں تھے۔ بلکہ انصاف بول رہا تھا کہ زلیخا تو تو عزیز مصر کی ملکیت ہے۔ جو میرا بھی محسن و مربی ہے۔ مجھ غلام کی نہیں دراصل یہ پاکدامنی کا ابتدائی کمرہ تھا اور پہلی مشق تھی۔ جو اس بڑے معرکہ میں کام آئی۔ جبکہ تمام حسنینان مصر اپنی تمام دھرم پیوں اور رعنائیوں سے حضرت یوسف علیہ السلام کو شک کرنے کے لئے آئی تھیں اور ادھر ماؤ کھل بھی اپنی پیغمبرانہ تابانیوں سے زلیخا کے کہنے پر اپنے جھوٹے سے بہ زبان حال یہ پیکار سے ہوئے مطلع شہود پر جلوہ گر ہوئے تھے۔

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنس میں  
جسے غرور ہوا آئے۔ کہہ کر شکار مجھے حقیقت

حسین! یہ ملکوتی قدوسیّت کا اکمل مظاہرہ تھا۔ جس نے انسانی ہوسناکیوں کے سارے جہاں دم زدن میں توڑ ڈالے اور زمانہ مصر نے اپنی شکست کا اعتراف ان الفاظ میں کیا۔ مَا هَذَا الْبَشَرِ اِنْ هَذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ طہرہ یہ بشر مہلک ہوں حال انسان نہیں ہو سکتا۔ یقیناً یہ کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔

قرآن پاک کے مطلع سے واضح ہوتا ہے کہ انبیاء کرام کی زندگی کا حاصل کائنات کے کونے کونے میں میزان کے دونوں طبقوں کو مساوی رکھنا تھا۔ تاکہ حاکم و محکوم کی تفریق اٹلاؤ آدم کے امن کو بائش پائش نہ کر دے۔ لہذا دنیا کی تمام بستیوں میں اعلان کروایا گیا۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْتِيهِ الْغُيُوبُ بِالْاِحْسَانِ (بے شک اللہ تعالیٰ عدل و انصاف اور نیکی کا حکم کرتا ہے) اور آخر کار امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا جہد مسعود آئینہ چا۔ جن کی برکت سے انصاف و احسان کے انوار پہلے جزیرۃ العرب میں پھیلے اور پھر آہستہ آہستہ ظلم و عدوان کی تاریکی تمام دنیا سے کاخور ہو گئی۔

دربار سلطنت کا انصاف جاہ و جلال۔ رنگ و نسب۔ مذہب و ملت اور باقی تمام علاقائی امتیاز و عصمت سے کلیتہً پاک تھا۔ اُٹائے ہوئے مٹی کی نگاہ انصاف پر ویز حضرت ابوبکر صدیق جیسا فیاض اور حسین اسلام اور حضرت بلال بن حبیبہ زرخیز جیسا اصل غلام مساویانہ لطف و کرم کے مستحق تھے کبھی مرید جیسا فقیر منش اگلی صف میں کھڑا ہے اور عبدالرحمن بن عوف جیسے لاکھ پتی رئیس اور سینا فاروق جیسے ضعیف عرب اور علی مرتضیٰ جیسے جیدہ کردار پھلپھول میں بصورت و نیاز نہ اندازنے نہ جہاں کی عبادت میں جو

بزدلی انکے نزدیک بھی قابل نفیر ہیں۔ اور ایسے عہد بہادری۔ میزان میں توازن اور ایسی چند اور صفات ان کے ہاں بھی قابل صدا فریب ہیں۔

مُرسَلین حق تعالیٰ نے اپنے روحانی منتفی معاشرتی۔ مجلسی اور سیاسی اسباق میں جو ہر عدل کو ایک ممتاز اسلوب میں پیش کیا ہے۔ جی امتوں میں انبیاء کرام نے عدل و انصاف اور صلہ رحمی کی کار فرمائی دیکھی ہے۔ وہاں ان کی روح شاد کام ہوئی ہیں۔ اور جس قوم میں اس مبارک صفت کی کمی محسوس کی ہے۔ اس میں یہ خوبی پیدا کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا گیا ہے تاکہ عامۃ الناس اپنی خواہشاتِ رذیلہ کی تکمیل کی بجائے راءِ عدل پر گامزن ہوں۔ اور سعادت و ابرار حاصل کر سکیں۔ آسمانی کتب و صحائف نے انسانی امن و فلاح کے وہ اصول و قوانین پیش کئے ہیں جن پر عمل کرنے سے ظلم و عدوان کی طاقتوں کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کیا جاسکتا ہے۔ اور وہ تفصیل بیان فرمائے۔ جن کے مطالعہ سے ان جرائم کا تلخ قمع باسانی ہو سکتا ہے جو انسانی معاشرے میں تلخی اور انتشار کا موجب بنتے ہیں۔

دیکھئے قرآن عزیز نے حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کو قصہ بیان کرتے ہوئے ہمیں سبق دیا ہے کہ حسد و بغض ایسے روحانی امراض ہیں۔ جو انسان کو لاد مستقیم سے دور بٹھا دیتے ہیں۔ آخرت کی پاکیزہ صفت کو زندگی سے بدل دیتے ہیں۔ لہذا یاد رہے حسد خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ تقدیر پر نکتہ چینی کرنے پر آمادہ نہ کرنا ہے۔ اور عدل و انصاف کے ہر تقوشے سے غصہ و حسد کا دشمن ہونا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے پیکرِ عدل و عصمت سیدنا یوسف علیہ السلام کا واقعوں میں بیان فرمایا ہے۔ کہ وہ بہت ان شاہی میں اپنی محسنہ عزیز مصر کی اہلیہ محترمہ کی دہوت حیثیت کاٹ کر قاتل معذ اللہ! اِنَّہٗ سَاقِی حَسَنٌ مَثْوٰی اِنَّہٗ لَا یَفْلَحُ الظّٰلِمُوْنَ ط کہہ کر شکار لے رہے ہیں۔ اور اپنا معصومانہ قدم راہِ حقیقت سے فائدہ کھ

انسانی دنیا خواہ اپنے ابتدائی دور کی انتہائی سادگی کا مرقع ہو جس کو غیر مذہب نقوش اور ناانہشیدہ آثارِ حیات کا مجموعہ کہا جاسکتا ہے۔ یا عصر حاضر کی رعنائیوں اور نفاستوں کی آئینہ دار ہو۔ اگر اس میں عدل و انصاف کا فقدان ہے تو روح انسانی یقیناً اطمینان سے نا آشنا رہتی ہے۔ اور ہمیشہ نہایت بے تابی سے اس ماحول کی متمنی رہتی ہے جس میں ہر انسان کو اس کا حق بلا استیلاف ملے۔ پہنچتا رہے۔ اگر نظر تقصیر سے دیکھا جائے۔ تو عدل و انصاف کا مطالبہ انتہائی تہذیب و تمدن کا کوئی ایسا نشان نہیں ہے کہ جس کی بنیاد محض علم و فضل اور فلسفہ و نفسیات پر ہی رکھی جائے۔ بلکہ یہ ایک فطری جذبہ ہے جس کو ان انوار سے تعلق ہے جن کی روشنی میں انسانی شعور اپنے میں بڑی حد تک تمیز حق و باطل کا ملکہ پیدا کر لیتی ہے اگرچہ عدل و انصاف کی طلب الہامی تعلیمات سے ہرگز ہرگز بے نیاز نہیں۔ مگر کلیتہً ان کی مرہون منت بھی نہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے

وَفَقِّسْ وَ مَا سَوَّاهَا مَا فَالْهَمَا دَجْوَمَ هَا  
وَلَقَدْ هَا هَا (تجربہ۔ اور شعور انسانی کی قسم اور میسا اس کو شیک بنایا۔ پھر سمجھ دی اس کو گناہ کی اور پرہیزگاری کی) حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فطرت انسانی میں رشد و ہدایت کے مراکز ضرور پیدا کئے ہیں۔ اور حضرت مرشد و مولائی درس قرآن میں اللہ تعالیٰ کے اس عطیہ کی تشریح یوں فرمایا کرتے ہیں کہ وہ انسان جو تہذیب و تمدن کی فضاؤں سے کوسوں دور پرورش پاتے ہیں جنہیں علم و حکمت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ اور جن کے کان الہامی کتب کی خفیف سے خفیف آواز سے بھی نا آشنا ہوتے ہیں ان کو بھی اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنے باہمی یمن دین رشتہ و قرابت کے معاملات اور باقی اپنی صبح و شام کی زندگی میں بعض برائیوں سے نفرت اور بعض نیکیوں کو بغیر استعنا دیکھتے ہیں۔ ودرہ مشکینی۔ اغوا۔ چوری اور

عالمی و مرشدی میں مراد حضرت شیخ النقیب لانا احمد علی حداد کی دعا ہے



کھڑے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت بلالؓ اور صدیق اکبرؓ کچھ شکر رنجی ہوئی۔ تو آقاؐ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا۔ صدیق جاؤ۔ اور بلالؓ کو جا کر خوش کرو۔ غلطی سے حضرت بلالؓ کا واقعہ پیش آیا۔ تو صحابہ کرامؓ نے حضرت آسمانؓ کی زبردستی سفارش سے اس معاملے کو ٹھکانا چاہا۔ مگر حضرت اکرمؐ نے اعلان کر دیا۔ کہ تمام مسلمان فداً سجدہ میں حاضر ہوں۔ حاضر ہوئے۔ تو فرمایا۔ کہ تمہاری پیش رو امتوں کے لوگ امراؤ کے جرموں سے درگزر کرتے اور غریب کو سزا دیئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ اپنی تلافی کے باعث خداؐ کے تہار کے غضب کی لپیٹ میں آگئے۔ لہذا اس کو۔ آج اگر غلطی سے حضرت بلالؓ کی جگہ غلطی سے حضرت محمدؐ بھی ہوئی۔ تو اس کا بھی ضرر نہ ہوگا۔

اسلام کا اگر دوسرے مذاہب سے موازنہ کیا جائے تو حق و باطل کا فرق سامنے آجاتا ہے۔ عیسائی اخبار و رسائل نے اپنے آپ کو جنت کا ٹھکانہ بنا رکھا ہے۔ انھوں نے انبیاء و ائمہ کا دعویٰ کیا۔ اور یہودی علماء نے انھیں آج بھی کافر و ملحد کہا۔ اور انھیں متوجہ کرنے کی بات کے مسئلہ کو پیدا کر کے انسانی ہمدردی میں تیز بندہ و آتما جہاں تک پیدا کر دی کہ اگر یہ ہمیں کے علم و فضل کے الفاظ شود در سن پائے۔ تو اس کے کالوں میں سب سے بگڑا کر ڈالا جائے۔

تاریخ انگلستان کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ چیز روشن ہے کہ سٹوارٹ خاندان کے فرمانرواؤں کا DIVINE RIGHTS OF KINGS۔ بادشاہوں کے خدائی حقوق پر پورا اعتماد و یقین تھا۔ وہ بادشاہ کو خدائے کا سایہ یقین کہتے۔ اس لیے کسی انسان کا حق نہیں کہ وہ بادشاہ سے اس کے افعال کے متعلق باز پرس کرے۔ برطانیہ کے CODE میں باوجود دعویٰ تہذیب و تمدن اب بھی بڑے بڑے لوگوں کے کو تمام درندہ دیا جاتا ہے۔ اور باقی چھوٹے لوگوں کو ہر طرح کے جھوٹے سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو بھی وہ اختیارات ہیں۔ جو انسانوں میں جذبہ مساوات کو بھیل کر رکھ دیتے ہیں۔ اندازاً عربی ظلم کی انتہا ہو جاتی ہے۔ تو قدرت مہکافات عمل کی دفعہ کے ماتحت انتقام لینے پر آمرا آتی ہے۔ دیر گیر جنت گاہ و مرقاہ

تیز بندہ و آقا۔ خدا و آدمیت سے تفریق سے جبر و استبداد سختی سے نفرت کی تھی یہی گراں اس کے برعکس اگر اسلام کے اصول و فروع پر غیر متعصبانہ نظر ڈالی جائے۔ تو دنیا کے کسی انسان کو بھی ان کے حسن و خوبی سے انکار کی مجال نہیں ہو سکتی۔ اسلام کے قوانین میں تمام نیک نواز انسان کے حقوق کی پوری پوری حفاظت کا پیغام اور اعلان ہے۔ قرآن مجید میں مال و باپ۔ اولاد اور باقی استہزاء کو بے ہمتی بھی میراث سے محروم نہیں رکھا جاتا۔ اسلام

کی عزتوں میں خلفاء و مظلوموں کو ایک ہی کٹہر میں کھڑا کیا جاتا ہے۔ اس کی عبادت گاہوں میں دیر میں آنے کی صورت میں بادشاہوں کو مساکین و غریب کی جوتیوں میں جگہ ملتی ہے۔ اس کے غلام ناد سے شرفاء پر سپہ سالاری کرتے ہیں۔ اور اس کے آئینہ دلوں اور تہمتوں کی خدمت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کیونکہ اس کا دعویٰ ہے۔

سروری و دینی ماحولیت گری جو شخص دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے وہ تمام مسلمانوں کا ہر معاملہ میں مہمائی ہے اور معاشرے میں ہر طرح کے حقوق میں دعویدار ہے۔ اس کی عزت۔ مال اور جان کی حفاظت ہر مسلمان پر فرض ہو جاتی ہے۔ انسان کی فطرت میں یہ خامی ہے کہ وہ طبعی طور پر ہمیشہ اپنے اور دیگر کے کافری پیش نظر رکھتا ہے۔ اور بعض وقت لالچ میں ذاتی نفع کی خاطر مقدس سے مقدس اصول کو بھی قربان کر دیتا ہے۔ مگر یاد رہے۔ اسلام ایسے بے پنیے کے لوگوں کا مذہب نہیں ہے اسلام دل کی گہرائیوں تک پہنچنے والا دین ہے۔ اور اپنے پرستاروں میں خلافت حق کا وہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ انسان صداقت کی حمایت میں اپنی جان تک قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ جرم کرنے کی صورت میں مجرم بھاگنے کی بجائے بصد رسی و رضا اپنی گردن کو اسلام کے دار و رس کے حوالے کرنے میں اپنی تلخ و نجات دیکھتا ہے کسی شہادت عینی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اسلام کا خالق اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ قَدْ أُمِنَ بِالْعِقَابِ  
ثُمَّ إِنَّ اللَّهَ وَكَوَلَىٰ عَلَىٰ الْفَرْسِ وَأَوَّلَ الْيَتِيمِ  
وَالْأَتَمِّ بَيْنَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَاقِيًّا فَإِنَّ اللَّهَ  
أَوَّلَ يَبْهَمًا فَلَا تَقْبَلُوا إِلَهُهُ أَوْ أَنْ تَقْبَلُوا  
وَأَنْ تَقْبَلُوا أَوْ تَقْبَلُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ يَمَّا  
تَحْكُمُونَ خَبِيرًا (سورہ نساء)

ترجمہ :- اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے گواہ بنو۔ اگرچہ تمہیں اپنے جہان پر خود گواہی دینا پڑے اور اگرچہ اپنے والدین اور اقربا کے قابل گرفت اعمال پر گواہی دینا پڑے خواہ وہ امیروں یا ناداروں میں اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے پس تم عدل و انصاف کرتے ہوئے اپنے نفس کی غلط خواہش کی مت پیروی کرو۔ اگر تم نے کتمان شہادت کی خاطر چرب بانی سے کام لیا۔ یا صحیح واقعہ پیش کرنے سے اعراض کیا۔ تو سن لو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام افعال و اعمال سے باخبر ہے) دیکھئے یہ خاتم الاولیاء و سرور انس و جان کا لایا ہوا پیغام ہے۔ جس کی تعمیل کی شرط یہ ہے کہ انسان اس عدالت میں جو اس کی چوری پر ہاتھ کاٹ سکتا ہے۔ نہ ناچ سنگ ساری کا حکم دے

سکتی ہے اور شراب نوشی کے اثبات پر دوسرے کوئی سکتی ہے۔ حاضر ہو کر بغیر کسی گواہ کے اللہ تعالیٰ حکم الٰہی کے ارشاد کے مطابق اپنے کئے پر خود گواہی دے کیونکہ ایمان باللہ کا یہ تقاضا ہے کہ خدا تعالیٰ کے لیے اگر تم کو اپنی جانوں پر اثبات جہنم میں گواہی دینا پڑے تو ہرگز ہرگز دریغ نہ کرو۔ کیونکہ ارشاد خداوندی کے مطابق زمین کی جانوں کا جنت کے بدلے خدا تعالیٰ سے سودا ہو چکا ہے۔

خود فرمائیے۔ کہ ارشاد خداوندی ہے کہ مسلمانوں کو تم شہداء اللہ بن کر زندگی بسر کرو۔ جہاں تک کہ تمہارے والدین جو تمہاری حیات مستعار کے مجازی سبب ہیں۔ اور جن کے مشفقانہ سلوک اور مربیانہ احسان کا بلاہتم ساری زندگی نہیں اتار سکتے۔ ان پر بھی اگر تم کو دینی حقہ کی حمایت میں گواہی دینا پڑے تو گواہی دو کیونکہ تم شہداء علی الارض ہو۔ اور اسی طرح عدل و انصاف کا بھی اقتضا ہے۔ کہ رشتہ دار جو ہر لحاظ سے تمہارے محسن و معاون ہیں۔ اگر وہ بھی مجرم ہوں۔ خواہ ان کا حریف یا مقابل غیر مسلم کیوں نہ ہو۔ تو اپنے رشتہ دار کے جرم سے باخبر ہونے کی صورت میں تمہارا فرض ہے کہ عدالت محمدیہ کے قاضی کو اپنی گواہی سے صحیح فیصلہ کرنے میں مدد دو۔ اور ساتھ ہی یہ بھی یاد رہے کہ مجرم کا قاضی ہونا تم کو اس کے جاہ و جلال کے سامنے مرعوب نہ کر دے۔ اور غریب پر رحم کھا کر حقیقت حال کے واضح کرنے سے باز نہ رہو۔ کیونکہ تم ان کے صرف رشتہ دار ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کا مہمائی ہے اور تمہارا یہ بھی یقین ہے کہ خداؐ نے لطیف خیراتوں میں تمہارے جذبات و حیثیات کی ہر کوٹ کو دیکھتا ہے انصاف و عدل کے مقابلے میں تم اپنی خواہشات کی پیروی مت کرو۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ حکم الٰہی کی قائم کردہ عزتوں میں اپنی جہت زبانی اور فصاحت و بلاغت کے جادو سے گواہی کے الفاظ کو تو طرہ و طرح پیش نہ کرنا۔ کہ جس سے ایک فریق کی طرفداری کا پہلو نکلتا ہو۔ اور قاضی و عدالت کو شبہ پڑ سکے۔ ورنہ یہ عمل جادۃ انصاف سے بھٹکنے کے مترادف ہوگا۔ اور بعض چیزوں کو پیش کرنا اور بعض چیزوں کو شہادت کے پیش کرنے سے اعراض کرنا بھی خدائی گواہ کی نورانی پیشانی پر کتمان حق کا بد نما ٹیکہ ہوگا۔ کیونکہ ایسی حرکات جنبہ داری کی غمازی کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہری و باطنی افعال کی پوری خبر رکھتا ہے اور پھر حق و انصاف سے بچانا چاہتے ہو ان پر تم سے کہیں زیادہ مہربان ہے۔ لہذا تمہاری مجھوت اور سعادت ابدی کا راز حکم خداؐ کے کی تعمیل یا عصیان ہے۔ وَ اَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ

اِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ (آل عمران)



## حکایات الصالحین

مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا

## سید تاج محمد صاحب

(۲)

مرتبہ چودھری عبدالرحمن خان صاحب

جن میں سے کسی کے پاس لاکھ تھی اور کوئی خالی تھا۔  
ایک پاس شاید ہندو میں ہوئی۔ مگر چونکہ ان مجاہدین اور  
ان کے سپاہ سالار حضرت کا تعلق بالحد و دست تھا۔  
اور وہ اللہ کے لیے ہی جان دینے کے لیے آئے تھے۔  
اس لیے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امداد غنی کا  
پورا یقین تھا۔ چنانچہ ایک فوجی مسلمان افسر نے حضرت  
کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ گھبراہٹ نہیں۔ اگر رطائی  
تک ذمت آئی تو ہماری گولیاں مسلمانوں کے نہیں،  
بلکہ انگریزوں کے سینہ میں پیوست ہوئی۔ انگریز بہت  
ہوشیار اور مدبر تھے۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ اللہ کا ہندو  
جو کہتا ہے وہ کہہ کر بھی دکھلا دے گا۔ اس لیے  
طمع گیا۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ سکھر کے قریب کشتی آپ  
کو بلا کر کہا کہ حکومت آپ کو ہندو بننے کا پروانہ دینا  
چاہتی ہے۔ تاکہ آپ بلالائسنس ہندو بن کر سکھیں فرمایا  
کہ میرے پاس تو پہلے ہی دس ہندو تھے موجود ہیں مجھے  
تمہارے پیمانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے بعد  
دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو گونگ کر فرمایا۔ کہ میں جب  
بارگاہ الہی میں ہاتھ اٹھاتا ہوں تو اللہ کی رحمت ہندو  
کی گولی سے بھی پہلے میرے ہاتھ پر نازل ہوتی ہے۔  
کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جب حضرت نے اعلان  
جہاد فرمایا تو قریب کشتی پر دیگر انسانی صانع حضرت  
کی تلاشی لینے کے لیے آئے۔ مگر نہ مل سکے۔ جب  
سب واپس جانے لگے تو حضرت نے فرمایا کہ کھانا  
کھانے کا جائیہ گا۔ مگر انہوں نے کچھ پچانہ کی اور  
واپس چل دئے۔ جب گاؤں سے باہر نکلے تو راستہ  
بھول گئے۔ بالآخر پریشان پھر پھرا کر واپس آئے  
اور اپنی غلطی کو تسلیم کر کے حضرت سے معافی مانگی  
اور لکڑی سے کھانا کھا کر واپس گئے۔

حضرت کا ایک خاص خادم تھا۔ جس کا نام  
رمیس بخش خاں تھا۔ اس نے ایک دفعہ عرض کی۔ حضرت  
میرا دل چاہتا ہے کہ میرا جنازہ آپ پر چڑھیں۔  
فرمایا کہ میں خود اس وقت موجود نہ ہوں گا۔ البتہ  
میرے روحانی بیٹے آپ کا جنازہ پڑھیں گے۔ خود  
کی قدرت کہ تیسرے سال محرم و منار حضرت  
مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی اور مولانا عبدالعزیز  
صاحب رحمۃ اللہ علیہ (تقریباً جانی والے) پاس ہی  
ایک گاؤں میں کسی تقریب پر تشریف لے گئے۔  
اسی موقع پر رمیس بخش خاں کا انتقال ہو گیا۔ ان دونوں  
حضرات کو جب اطلاع دی گئی تو دونوں جنازہ پر  
پہنچ گئے۔ اور دونوں میں سے ایک بزرگ نے  
منازہ جنازہ پڑھائی۔

(باقی آئندہ)

حضرت سے شکایت کیا کہ آپ نے فرمایا کہ اچھا اب  
اگر کوئی آئے تو مجھے بتانا۔ اس کے بعد ایک  
گودہ نے جب آکر جھانکا تو اس نے عرض کی۔  
»حضرت! آیا« اس کا یہ کہنا تھا کہ وہ بیٹھ بیٹھوں سے  
رٹھکتا ہوا نیچے آگیا۔ اس طرح دو تین گورے  
گرے۔ تو لاٹگری کی شکایت بالکل دور ہو گئی۔  
دوران نظر بڑی میں چیت کشتی سندھ کی میوی  
کے پیٹ میں مدد شروع ہو گیا۔ تمام بڑے بڑے  
ٹاکڑوں نے علاج کیا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بالآخر کسی  
نے چیت کشتی سے کہا کہ حضرت سے دعا کروا دیتے  
تو شفا ہو جائے گی۔

چنانچہ چیت کشتی اپنی اہلیہ کو حضرت کے پاس لے  
آیا اور سارا اجراء عرض کر کے دعا کی درخواست کی۔ حضرت  
نے بارگاہ الہی میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، اور  
عرض کی کہ اے اللہ۔ یہ ہیں تو تیرے دین کے دشمن  
لیکن اس سفید رٹھی کی لاج رکھ لے۔ وارڈھی مبارک  
پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا کی اور مریضہ کو شفا ہو گئی۔ مگر  
اس کے باوجود جس معاملہ میں مشیت الہی خلاف تھی ہاں  
آپ بالکل بے بس تھے۔ مثلاً اولاد کی ترقی تھی لیکن  
اللہ نے نہیں دی۔ اللہ نے ایک صاحبزادہ جس کا نام  
حسن شاہ تجویز کیا عنایت فرمایا۔ مگر وہ بچپن ہی میں داغ  
مفارت دے گیا۔ اس کے بعد کوئی اولاد نہ ہوئی۔  
اگرچہ اولاد کے لئے دوسری شادی بھی کی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ انگریزوں کے زمانہ میں بلالائسنس  
ہندو میں رکھا کرتے تھے۔ اور علی الاعلان فرمایا کرتے  
تھے۔ کہ انگریزوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے رکھی  
ہیں۔ جہاد کی غرض سے عہد سے عہد گھوڑے بھی  
رکھتے تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر انگریز ایک  
گولی ہمارے خلاف چلا دے تو میں باپ کا تحم نہیں کہ  
انگریزوں کو سندھ سے نکال کر باہر نہ پھینک دوں۔  
سکھر بیرج کی تعمیر کے سلسلہ میں مساجد کو بچانے  
کے لیے ایک دفعہ آپ نے اعلان جہاد فرمایا بھی۔  
حضرت کی فوج ملاحظہ ہو۔ انگریز کے چند درویش تھے

کمالات جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے حضرت  
رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت جلالی تھی جلالی  
طبیعت والے ادیب کرام کسی بڑی سے بڑی ذہنی  
طاقت کو بھی پریشہ کے برابر نہیں سمجھتے۔ اللہ کے  
سوا وہ کسی کی پروا نہیں کرتے۔ یہی حال حضرت  
کا تھا۔ مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب  
مدظلہ العالی اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے حضرت کے  
سندھی ترجمہ کے ٹائٹل پیج پر آپ کو قطب الانقلاب  
لکھا ہے اور اس کے لیے میرے پاس دلائل ہیں  
اس کے علاوہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے انکوینیات  
میں تصرف کرنے کا عہدہ عطا فرمایا تھا۔ آپ  
کے انتقال کے بعد کہتے ہیں کہ یہ عہدہ ایران کے  
کسی بزرگ کو عطا فرمایا گیا۔ لیکن ان کے متعلق  
صحیح حالات کسی کو بھی معلوم نہیں۔ حضرت مولانا عبدالعزیز  
صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سکندر تھریجانی صانع سکھر) نے  
ایک دفعہ فرمایا۔ کہ وہ بزرگ ایران کے ایک گاؤں  
میں رہتے ہیں۔ جس کے نام میں قاتنا ہے عرصہ  
مجاہد امروٹ شریف کے ایک مجرب نے بھی اسی  
طرح کا غیر مکمل بیان دیا تھا۔

نصرت فی التکوینیات کی دو ایک مثالیں  
ملاحظہ ہوں۔ جب ۱۳۱۲ھ کی پہلی عالمگیر جنگ  
شروع ہوئی جس میں ترکی نے انگریزوں کے خلاف  
جہنمیں کاسا تھ دیا۔ تو انگریزوں نے ہر اس بزرگ  
اور عالم دین کو گرفتار کر لیا جس سے ان کی سلطنت کو  
خطرہ تھا۔ اس میں حضرت امروٹی کو کھلم کھلا گرفتار  
کرنے کی جو جرات نہ ہوئی۔ مگر کسی بہانے کو اچھے  
جانے نظر بند کر دیا گیا۔

آپ کو اپنا ایک لاٹگری ہمراہ رکھنے کی اجازت  
دی گئی۔ وہ آپ کے لیے کھانا پکاتا تھا۔ آپ کی  
لاٹگری کے لئے گورہ فوج کے سپاہی متعین تھے۔  
لاٹگری جب کبھی آپ کیلئے وال بکاتا اور اس کو بکھاتا  
تو وہ دوبر سے اس کی اس حرکت کو تعجب سے دیکھتے  
اسے ان کا اس طرح دیکھنا ناواقف معلوم ہوتا۔ تو اس نے



# نصرت علی

(۳)

(از جناب عبد الواحد صاحب)

بہر سیر اور مراثن کا فتح ہونا اور  
لشکر اسلام کا دھجکے کو دورانِ طغیانی بکونا

سے کامیابی و کامرانی سے فارغ ہونے کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص نے مراثن کا قصد فرمایا۔ جو کہ ملک فارس کا دار الحکومت تھا۔ لشکر اسلام جیلہ کی جانب کو فتح کرتا ہوا بہر سیر نکال بیٹھا گیا۔ دجلہ کی غری جانب سرزمین عرب تک جس قدر ملک فارس کا تھا۔ مسلمانوں کا مطیع و فرمانبردار ہو گیا۔ حضرت بہر سیر باقی رہ گیا جس کا محاصرہ دو ماہ تک کرنا پڑا۔ محصورین کو محاصرہ کی آگام و مصائب سے عبور ہو کر صلح کی بجلی ہو کر پڑا۔ اور پیام بھیجا کہ جس قدر ملک فتح ہو چکا ہے وہ مسلمانوں کے قبضہ میں رہے اور جو فتح نہیں ہوا ہمارے لئے چھوڑ دیا جائے۔ قاصد نے یہ پیام سنایا اور ابھی حضرت سعدؓ کچھ جواب نہ دینے پہنچے کہ ایک مسلمان نے بوجھ کر کچھ جواب دے دیا۔ حضرت سعدؓ نے پوچھا تم نے کیا جواب دیا۔ اس شخص نے کہا۔ مجھے معلوم نہیں۔ بے ساختہ کچھ الفاظ میری زبان سے نکل گئے۔ جن کو میں بھی نہیں سمجھ سکا۔

قاصد کی زبانی یہ جواب سن کر عامل بہر سیر نے شہر خالی کر دیا اور صرف ایک شخص شہر میں باقی رہ گیا جس نے اگر ستر کے انخلاء کی اطلاع دی اس سے پوچھا کیا کہ کس وجہ سے شہر خالی کر دیا گیا ہے۔ اس نے بتایا کہ پیام صلح کے جواب میں ایک مسلمان نے یہ کہا کہ ہم ہرگز صلح نہ کریں گے جب تک افریوں کے شہد کو کوئی کے لیموں کے ساتھ نہ کھائیں گے۔ یہ جواب سن کر عامل بہر سیر نے کہا کہ ان لوگوں کی طرف سے تو فرشتے جواب دیتے ہیں۔ ان سے مقابلہ ناممکن ہے۔

اسلامی لشکر جس درجہ اپنے امیر کا مطیع و فرمانبردار تھا۔ اس کی نظیر کسی قوم میں ملنا مشکل ہے۔ ناممکن تھا کہ ایک سپاہی اپنے سپہ سالار سے پیش قدمی کر کے جواب دے۔ ایک مسلمان کی زبان سے بلا سوچے

سمجھے کچھ الفاظ نکلتے ہیں اور ان کی یہ تاثیر کہ ان واحد میں ذمہ دار و فاعلی ملک شہر کو مسلمانوں کے حوالہ کر کے چلا جاتا ہے۔ پھر یہ تاہید آسمانی نہیں تھی تو کیا تھا؟

اب مسلمانوں کو تسخیر مراثن کی فکر ہوئی۔ مراثن دجلہ کی شرقي جانب واقع تھا۔ اس لیے دجلہ کو عبور کرنا درپیش تھا۔ اہل فارس نے لشکر اسلامی کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے کشتیاں وغیرہ سب نظر آتش کر دیں اور عبور دجلہ کی کوئی صورت باقی نہ رہی۔ کثرتِ بارش کی وجہ سے سال دریا میں طغیانی زیادہ تھی۔ حضرت سعدؓ بھی اسی کشتکش میں تھے کہ دجلہ میں مزید طغیانی آگئی اور اس کے پھیلاؤ اور زور شدہ کی انتہا نہ رہی دیا کی اس حالت سے اہل لشکر کو اور بھی زیادہ تشویش لاحق ہوئی۔ مسلمان متحیر و متفکر تھے کہ دریں اثنا حضرت سعدؓ نے خواب دیکھا کہ مسلمان دجلہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ آپ کی توجہ عبور دریا کی طرف مبذول کرنے میں یہ خواب باعثِ اضعاف و مضاعف ہوا۔ اور آپ نے لشکر کو جمع کر کے فرمایا۔

”دشمن نے دریا کی طغیانی میں پناہ لے رکھی ہے تم اس پر حملہ نہیں کر سکتے۔ اور وہ جب چاہے حملہ کر سکتا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ قبل اس کے کہ دریا تم پر غالب آجائے اور اس میں موت ہونے سے تمہارے حالات بدل جائیں۔ صدق و اخلاص میں کمی آجائے۔ بوجہ اللہ کچھ کام کرو۔ میں تو عزم بالجوہم کر چکا ہوں کہ تو کھل علی اللہ گھوڑوں کو دریا میں ڈالوں اور اسی حالت میں عبور کر دوں۔“

آپ کا لشکر کل گھوڑ سواروں کا تھا۔ پیادہ پاؤں میں کوئی نہ تھا۔ سب نے بطیب خاطر جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے عزمِ مصمم میں برکت عطا فرمائے۔ ہم سب مطیع و تیار ہیں۔

آپ نے فرمایا کچھ سوار پیش قدمی کریں اور ہم سے پہلے جا کر کنارہ شرقي پر قابض ہو جائیں۔ عامر بن عمرو اور ذوالبأس چھ تلو سواروں کی معیت میں دجلہ میں داخل ہو گئے۔ کنارہ کے قریب اہل فارس نے

کچھ مزاحمت کی مگر سپاہ کر دینے گئے اور کنارہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ حضرت سعدؓ نے حکم دیا کہ کل لشکر دریا میں داخل ہو جائے اور یہ کلمات دعائیہ در زبان رکھے۔ نستعین باللہ ونسئلہ علیہ۔ حسبنا اللہ ولعند الوکیل واللہ لینصرن اللہ ولینصرن۔ ولینظہرن دینہا ولینصرن من عدوہ۔ لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (ہم اللہ سے مدد چاہتے ہیں اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ قسم ہے خدا کی اللہ اپنے دوست کو فتح دے گا اور اپنے دین کو غالب کرے گا اور دشمن کو ہزیمت دے گا۔ اور مسلمان اللہ کی مدد کے کسی میں کچھ قوت نہیں۔)

عبور کرتے وقت لشکر کی ترتیب اس طرح دی گئی تھی کہ دو مسلمان باہم لے ہوئے اور درمیان دعائیہ کرتے جاتے۔ حضرت سعدؓ کے رفیق حضرت سلمان فارسی تھے۔ حضرت سعدؓ بار بار فرماتے جاتے تھے۔ لا اللہ لینصرن اللہ ولینصرن۔ ولینظہرن دینہا ولینصرن من عدوہ۔ لا قوۃ الا باللہ العظیم۔ یعنی او ذلّوب لعلب الحسنات دستم ہے خدا کی اللہ اپنے دوست کی مدد کرے گا اور اپنے دین کو غالب کرے گا اور دشمن کو مغلوب کرے گا۔ تا وقتیکہ لشکر میں ظلم اور گناہوں کی کثرت نہ ہو۔ حضرت سلمان نے فرمایا۔ لشکر اسلامی جس طرح داخل ہوا ہے۔ اسی طرح صحیح سالم پار ہو گا یعنی ایسا ہی ہو گا کہ ساتھ ہزار کا لشکر کثیر خشتاں دجلہ کو عبور کرتا ہوا نہایت سکون و اطمینان سے دوسرے کنارہ پر جا آتا۔ اسلامی شہسوار دجلہ پر پھیلے ہوئے اس طرح بے تکلف باتیں کرتے جاتے تھے۔ گویا باغ کی روشوں پر تفریح کی خاطر چہل قدمی کر رہے ہوں۔ نہ کوئی شخص دریا میں ڈوبا نہ کسی کی کوئی چیز ضائع ہوئی۔ البتہ ایک شخص عتد نامی گھوڑے سے پانی میں گرے تو فی الفور ان کے ساتھی قحطاع نے سہارا دے کر گھوڑے پر سوار کر دیا۔ ایک سوار کا پیالہ دریا میں گر گیا۔ ان کے رفیق نے ازراہ طعن و تفتیش کہا۔

امامنا القدر فطاح (تقدیر نے اس کو ڈال دیا) اس شخص نے کہا واللہ انی العلی حالت ما کان اللہ یسلبنی قدحی من یدین اہل العسک (قسم ہے خدا کی میں ایسے حال میں ہوں کہ لشکر بھر میں صرف میرا پیالہ کبھی سلب نہ کیا جائے گا) برلفظہ دیا ہی ہوا۔ لشکر دیا کے پانچ آہر چکا تو لہر پیالہ کو ہا کہ کنارہ پر لے آئی۔ ایک شخص نے اٹھا لیا۔ بعد ازاں مالک نے بچان کر لے لیا۔ دجلہ کو ایسی طغیانی اور تیز و تند روانی کی حالت میں ساتھ ہزار عساکر کا نہایت اطمینان و سکون کے

(باقی صفحہ پر)



از قادی محمد ابراہیم صاحب  
مسجد لائی لکھو

# اسوہ فارق عظم

عکمران طبقہ کے لئے

راہ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں چند تاجر آئے، اور عید گاہ میں قیام کیا۔ جب کچھ رات گزر گئی تو حضرت عمرؓ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو اپنے ہمراہ لے کر ان سو داگروں کے خیمہ کے پاس گئے۔ تاکہ رات بھر ان کی حفاظت کریں۔ اثنائے حفاظت میں حضرت عمرؓ غاروں نے ایک ایک کے روئے کی آواز سنی۔ آپ اس کی طرف آئے۔ اور اس کی مال سے کہا: خدا کا خوف کرو۔ اور اس کے پیچھے کو نہ لگا۔ یہ کہہ کر واپس آگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد بچے نے پھر رونا شروع کر دیا۔ آپ نے پھر اس کی مال سے بھی کہا جو پہلے کہا تھا۔ حضرت نے پھر تیسری مرتبہ بچے کے روئے کی آواز سنی۔ تو پھر اس کی مال کے پاس آئے اور کہا: میں نہیں سمجھتا۔ تو اپنے بچے کو کیوں رونا بھی ہے؟ آخر بات کیا ہے۔ یہ چپ کیوں نہیں مٹاتا اس عورت نے جواب دیا: ”اے بندہ خدا تیرا کیا مطلب ہے۔ تو اپنی راہ لے۔ تیری وجہ سے تو مجھے رات گزارنی دشوار ہو گئی ہے۔ میں اپنے بچے کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں۔ آپ نے پوچھا کیوں اس لئے کہا اس لئے کہ جب تک بچے کا دودھ نہ چھڑا جائے عمرؓ کا وظیفہ مقرر نہیں کرتے۔ آپ نے پوچھا اس کے دودھ پینے کے کتنے جیسے باقی ہیں اس عورت کے بتلانے پر آپ نے فرمایا اچھا چل دی نہ کرو۔ اچھی اسے دودھ پینے دو۔

حضرت عمرؓ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو ابیدہؓ کو اپنے چاہنے والے کے کہنے لگے۔ انہیں اسے عمرؓ کو ملے مسلمانوں کی بہت سی اولاد مر واد الی ہوئی۔ اس کے چہر حضرت عمرؓ نے تمام بلا و دوا عیاض میں یہ اعلان کر دیا کہ کوئی عورت اپنے بچے کے دودھ چھڑانے میں جبری نہ کرے۔ اور ہر ایک دودھ پینے بچے کا وظیفہ مقرر فرما دیا۔

(۲) ایک بار حضرت عمرؓ فاروق علاقہ شام سے واپس آئے تو تنہائی میں لوگوں سے حالات دریافت فرمائے گئے۔

آپ جب ایک بڑھیا کے پاس سے گزرے تو اس سے یوں کہلا کر فرمایا  
عمرؓ! وہ عمرؓ کا کیا حال ہے۔  
بڑھیا: وہ ابھی شام سے واپس آئے ہیں۔ اللہ میری

طرف نہیں جزائے خیر نہ دے۔  
عمرؓ: کیوں آؤ اس کا سبب۔

بڑھیا: جب سے وہ غلیف ہوئے ہیں۔ مجھے آج تک بیت المال سے ایک پیسہ نہیں ملا۔

عمرؓ: عمرؓ تیرا حال معلوم نہیں۔

بڑھیا: سبحان اللہ! یہ آپ نے کیا کہا جو شخص خلیفہ ہو۔ اور پھر اس سے یہ معلوم نہ ہو کہ مشرق و مغرب کے درمیان کیا ہو رہا ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔

اس بڑھیا کے یہ الفاظ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور کہنے لگے اے عمرؓ تجھے پراسوس بے بری رہایا تجھ سے کس طرح جھگڑتی ہے۔ ہر شخص تجھ سے زیادہ فقیہ ہے۔ عمرؓ: اے بڑھیا تو اپنی داد خواہی کتنے میں فروخت کر کے اپنے دعوئی سے دستبردار ہو سکتی ہے میں عمرؓ کو اس پر راضی کر لوں گا۔

بڑھیا: اللہ تم پر رحم کرے۔ مجھ سے تسخیر نہ کرو۔ عمرؓ: میں آپ سے تسخیر نہیں کرتا۔

الغرض آپ نے پس درم میں اس کی داد خواہی خرید لی اور اس بڑھیا سے رخصت ہونے والے ہی تھے کہ حضرت علیؓ اور عبداللہ ابن مسعودؓ ایک یا امیر المؤمنین کہتے ہوئے آ موجود ہوئے۔

بڑھیا: امیر المؤمنین کا لفظ سنتے ہی پشیمان ہوئی اور اسوس کرنے لگی کہ اس نے میرا المومنین کے روپ بدل دیا نہیں پڑا کہا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اے بڑھیا اسوس نہ کر تو نے جو کچھ کہا سچا کہا تو نے کوئی نامناسب بات نہیں کہی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے پوسٹن کے ایک ٹکڑے پر جو عبارت تھی اس کا ترجمہ یہ ہے :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم :-  
یہ تحریر ہے اس امر کے متعلق کہ عمرؓ نے فلاں بڑھیا سے اپنی ابتداء خلافت سے اب تک اس کی داد خواہی پس درم میں خرید لی۔ اب اگر وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے دعوئے کرے تو میں اس سے بری ہوں۔ علیؓ اور عبداللہ ابن

مسعود اس پر گواہ ہیں۔

(۳) حضرت عمرؓ کا دستور تھا کہ جب کبھی کوئی قافلہ باہر سے آکر نواح مدینہ میں آتا تھا تو آپ تمام رات جو کیداری کرتے۔ ایک رات آپ گشت کرتے ہوئے ایک بڈو کے خیمہ کے پاس سے گزرے۔ بڈو خیمہ کے سامنے سر جھکا کر خاموش بیٹھا تھا حضرت عمرؓ اس کے پاس جا پہنچے۔ اور اس سے سفرو غرو کے حالات پوچھنے لگے۔ یہ بڈو نہایت معنوم و پریشان حال بیٹھا تھا۔ حضرت عمرؓ اس سے گفتگو کر رہے تھے کہ خیمہ کے اندر سے ایک عورت کے کراہنے کی آواز آئی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ کس کی آواز ہے۔ بڈو نے کہا میری عورت کو دودھ نہ ہے وہ بھاری اس وقت سخت مصیبت کی حالت میں ہے۔ مجھ میں اتنی وسعت نہیں کہ کسی ذابہ و غیرہ کو بلواؤں حضرت عمرؓ یہ سنتے ہی شہر کی طرف لوٹے اور گھر آئے۔ آپ کی زوجہ حضرت ام کلثومؓ بی بی اور محبت کی مجسم تصویر تھیں۔ حضرت عمرؓ فی الفور انہیں اپنے ہمراہ اس بڈو کے خیمے کے پاس لے گئے۔ آپ نے اس بڈو سے کہا۔ کیا آپ میری بیوی کو خیمہ کے اندر جانے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ تاکہ وہ اندر جا کر آپ کی عورت کو قوتی اور تشفی دیں۔ اور ممکن امداد کر سکیں۔ چنانچہ بڈو نے اجازت دے دی۔ اور حضرت ام کلثومؓ اندر تشریف لے گئیں۔ پہلے چراغ روشن کیا اور پھر تیمارداری میں مصروف ہو گئیں۔

بڈو کو اس وقت یہ معلوم نہ تھا کہ امی صاحبہ جو میری خدمت میں دل و جان سے مصروف ہیں امیر المؤمنین ہیں۔ جس وقت امیر المؤمنین کی بیوی ام کلثومؓ خیمہ کے اندر تیمارداری میں مصروف تھیں۔ بڈو حضرت عمرؓ کے پاس کر بیٹھ گئے۔ اس سے یوں گفتگو فرمائی :-

عمرؓ! میں نے کہ حضرت عمرؓ بڑے سخت گیر ہیں کیا تم انہیں جانتے ہو۔

بڈو: حضرت عمرؓ واقعی سخت گیر ہیں۔ میں حیران ہوں۔ مدینہ کے لوگوں نے کیوں اسے اپنا امیر بنا لیا۔

عمرؓ: یہ مسلمانوں کی مرضی۔ شاید ان کی نظر میں عمرؓ سے اچھا کوئی آدمی نہ ہو۔ کثرت رائے سے وہ امیر منتخب ہو گیا ہوگا۔

بڈو: وہ بڑے چرطعت کدے کھاتا ہوگا۔ عمرؓ: ہاں۔ بڑے لذیذ کھانے کھاتا ہے۔ حضرت عمرؓ اور بڈو کے درمیان اس قسم کی گفتگو ہو رہی تھی کہ اندر سے حضرت ام کلثومؓ کی آواز آئی۔ امیر المؤمنین اپنے دوست کو خوشخبری دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے فروز عطا فرمایا ہے۔ باقی







# سفر نامہ یورپ

(۱۲)

## ایتھنز (یونان)

(از جناب خان عبدالحمید خاں صاحب آف فلیٹ و فوٹو گرافی لاہور)

خان عبدالحمید خان آف فلیٹ و فوٹو گرافی جن کا سفر نامہ "سفر نامہ یورپ" میں چھپ رہا ہے۔ گذشتہ ایام میں مقامات مقدسہ اور یورپ کا سفر کر کے جہاز نشین لے گئے تھے اور وہاں سے شریف حج بیت اللہ سے مشرف ہو کر واپس ہوئے ہیں۔ استانبول تک تو آپ کے سفر نامے کو صحیح معنوں میں "سفر نامہ مقامات مقدسہ" کا نام دیا جاسکتا تھا۔ اب ان کا سفر یورپ شروع ہوتا ہے۔ لہذا اب اس کا عنوان تبدیل کر کے "سفر نامہ یورپ" کر دیا گیا ہے۔ چھپ رہے ہیں۔ کہ قارئین، اس سفر نامے میں بھی وہی لطف و حظ اٹھائیں گے جو "سفر نامہ مقامات مقدسہ" میں اٹھاتے رہے ہیں۔ کیونکہ اس میں بھی ہر مقام پر اسلامیات کو پیش نظر رکھا گیا ہے (مدیر)

کوئی یاد رہی کہ دنیا مناسبت ہے۔ لہذا روٹی۔ مکن اور چھل وغیرہ پر بھی اکتفا کی گئی۔ ان ملکوں میں ذبحہ تو کجا سور کا گوشت اعلیٰ کھانوں کی زینت سمجھا جاتا ہے۔ ایتھنز پہنچ کر پاسپورٹ دکھائے تو معلوم ہوا کہ اس ملک کے لیے تو ہمارا ویزا ہی نہیں بنا۔ آخر محکمہ پولیس نے گھنٹہ بھر کی کانا چھوٹی کے بعد پاسپورٹ اپنے پاس رکھ لیے اور ہمیں ایک چٹا دسے دی کہ ہم دو دن تک ایتھنز میں ٹھہر سکتے ہیں۔

استانبول میں واقع تھی۔ اسے۔ ای ہوائی کمپنی کے دفتر نے ہیں بتایا تھا۔ کہ اگر ہم ان کی کمپنی کے ہوائی جہاز میں استانبول سے ایتھنز جائیں اور وہاں سے پھر اسی کے ذریعے روم جائیں تو ایتھنز میں دو روزہ قیام و طعام کے جملہ مصارف کمپنی کے ذمے ہوں گے۔ اس معاہدے کے مطابق کمپنی کی بس نہیں اپنے دفتر میں لے گئی اور اپنے آدمی کے ساتھ ایک ہوٹل میں بھجوا دیا۔ یہ کوئی اچھا ہوٹل نہ تھا۔ ہم نے خود ہی اپنا سامان لفٹ میں رکھا اور نیچے واپس آ کر تھی۔ اسے۔ ای کے دفتر میں فون کیا۔ اگر ہم ایسے مفت کے ہوٹل سے باز آئے۔ پھر دو کم ہمارے اپنے خرچ پر کسی بہتر ہوٹل میں انتظام کر دیجئے۔ آخر کوئی ساڑھے گیارہ بجے شب کے قریب ایک روپول ہوٹل میں جو یہاں کا ایک بہترین ہوٹل ہے ہمارے قیام کا بندوبست ہو گیا۔

۲۱ جون کو صبح ناشتے سے فارغ ہو کر سڑک سے آٹھ بجے موڑ لے کر ایک نیچے ٹک اور پھر تین بجے سے گہری تمام ٹک یہاں کے تمام تاریخی مقامات، مناظر، اندرون اور بیرون شہر دیکھ لیے۔ وینسٹ چرچل سکوائر اور روز ویلٹ سکوائر یہاں کے دو مشہور اور پُر رون پوک ہیں۔ ایتھنز یونان کا دار الحکومت اور پہلوں کے دامن میں واقع ہے۔ جس کے درمیان میں سے دو دریا بہہ رہے ہیں۔ ایتھنز بہت پرانا شہر ہے۔ اور قدیم یونانی تہذیب و تمدن کا مرکز۔ اس شہر میں سقراط، ارسطو اور افلاطون ایسے حکماء پیدا ہوئے۔ جن کا فلسفہ آج بھی دنیا کے لیے مشعل راہ ہے۔ ہمزایا شاعر پیدا ہوا جس نے اپنی زریعہ نظموں سے یونانی بہادروں کے سر پر شہرت و دام کا تاج رکھا۔ ان کے علاوہ کئی ایک قابل قانون دان۔ مقرر اور کھلاڑی دنیا کو دیئے۔ آج دنیا میں اولمپک کھیلوں قدیم یونان کے کھلاڑیوں کی یادگار ہیں۔ مسیح سے قبل کی حضرات اس امر کی شاہد ہیں کہ زمانہ قدیم میں یونان علم و فن میں تمام دنیا کا اُستاد تھا۔ مسیح کی پیدائش سے سات سو سال قبل یہ شہر اپنے عروج پر تھا۔ پارتھین اور ایڑانی جو بھی یہاں آئے ان کے تعمیر کردہ آثار قدیمہ سے اس شہر کی عظمت و شوکت کا پتہ چلتا ہے۔ اسی سرزمین سے سکندر اعظم ۳۳۳ قبل مسیح اٹھا اور ساری دنیا کو فتح کرنے کے ارادے سے اپنے ملک سے چل کر ایران کو پامال کرتا ہوا سرزمین پاکستان میں پہنچا۔ راجہ امبھی والی ٹیکسلا نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ مگر جہلم کے راجہ پورس نے متذکرہ کیا۔ (باقی)

کھانا تھا۔ اب اس کو دو قوموں ہندو اور مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ جو علاقہ ہم مسلمانوں کے حصے میں آیا اس کا نام پاکستان ہے۔ اس مقدس سرزمین کو حاصل کیے ہمیں آٹھ سال لگد چکے ہیں۔ اس پر اس نے کہا ہاں ہاں یاد آگیا۔

مجھے اس سفر کے دوران میں اس بات سے بہت دکھ ہوا کہ ہماری نئی مملکت کو جو دو میں آئے آٹھ برس گزر چکے ہیں اس پر بھی غیر ملکی لوگ پاکستان کے نام تک سے واقف نہیں ہیں۔ البتہ انہی سے سب واقف ہیں۔ ہماری حکومت کا فرض ہے کہ اپنے سفارت خانوں کے ذریعے ہر ملک کی زبان میں پاکستان کے قیام کی مختصر تاریخ، نئی حکومت کی بنیاد، اس کے مذہب اور لوگوں کی بود و ماند کے متعلق پچھلٹ چھاپ کر مناسب مقامات پر تقسیم کرے اور ہوائی جہازوں کے کمرہ ہائے انتظار میں پاکستان کے قابل دید مقامات کے مناظر پوسٹروں اور چارٹوں کی شکل میں طبع کر کے لگائے تاکہ دوسرے ممالک کے لوگ کم از کم پاکستان کے نام سے تو واقف ہو جائیں۔ محض سفارت خانے قائم کر کے عہدے تفویض کر دینا ہی کافی نہیں ہے۔ زندگی کا ثبوت دینے کے لیے کچھ جدوجہد اور عملی کام کی ضرورت ہے۔ مولانا ظفر علی خاں نے اپنے ایک شعر میں قرآن حکیم کی آیت اِنَّا اللّٰهُ لَا یُخَيَّرُ..... الخ کا ترجمہ پیش کیا ہے کہ خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں مٹی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

آٹھ بجے شب کے حلال عمر کی تمیز نہ اردو۔ قریب ہوائی جہاز ہی میں کھانا آگیا۔ اس میں دو قسم کا گوشت دیکھ کر میں نے دریافت کیا۔ کہ کیا یہ بھیڑ بکری دُجے یا گائے کا گوشت ہے۔ یا سور کا بھی۔ تو بیدھی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کہ سب ٹھیک ہے اور بہت اچھا ہے۔ آپ ضرور کھائیے۔ مجھے اس جواب سے اطمینان نہ ہوا۔ اور خیال کیا۔ کہ اب اسلامی ملک تو ختم ہو گئے گوشت

۲۰ جون کو استانبول نماز پر تعجب :- سے پونے سات بجے شام روانہ ہوئے۔ نو بجے شب کے قریب ایتھنز پہنچ گئے۔ ہوائی جہازوں میں عام طور پر نوجوان عورتیں ہی مسافروں کی چائے، پانی اور کھانے وغیرہ سے تواضع کرتی ہیں۔ اس جہاز پر جو لیڈی اس کام پر مامور تھی۔ اس نے مجھے سر پر رومال باندھے نماز پڑھتے دیکھا۔ تو اسے میری ان حرکات پر بہت تعجب ہوا۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا۔ تو اس نے مجھ سے دریافت کیا۔ کہ میں یہ کیا کر رہا تھا۔ اور سر پر رومال کیوں باندھ لیا تھا۔ میں نے بتایا۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔ اس طرح ہم غلٹے و ہد کی عبادت کرتے اور اس کا شکر یہ ادا کرتے ہیں۔ سر پر رومال اس لیے باندھ لیا گیا تھا۔ کہ جس طرح ہم لوگ کسی بڑے آدمی، بزرگ یا بادشاہ کے سامنے تعظیم و تقدیس کے خیال سے شنگے سر نہیں جاتے ایسے ہی اس شہنشاہ حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور بندگی کرتے وقت سر کو کسی چیز سے ڈھانپ لیتے ہیں۔

اسلام سے واقفیت :- پھر اس نے کیا آپ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا مانتے ہیں۔ میں نے اسے بتایا کہ خدا تو وہ ہے جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا۔ اور اس کا انتظام کرتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر اُس نے پناہ پناہ میں بنا کر دنیا میں بھیجا تھا۔ تاکہ دنیا کے راہ گم گم لوگوں کو نیکی، امن، شرافت اور انسانیت کی راہ ہدایت دکھائے۔ خدا اپنی جگہ ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ ہیں۔

پاکستان سے اچھا بیٹ :- اُس نے کہا کہ ایک ملک کے رہنے والے ہیں۔ تو میں نے اسے بتایا کہ پاکستان کا رہنے والا ہوں۔ پاکستان کا نام سن کر وہ متعجب ہوئی۔ پھر میں نے اُسے وضاحت سے بتایا کہ پہلے یہ سادہ ملک جو ایک بہت بڑا ملک ہے۔ (انڈیا، ہندوستان)



سکندر اعظم نے نہایت ہوشیاری اور چالاکی سے راقوں ملت جہلم کو عبور کر کے عقب سے پورس کی فوج پر حملہ کر کے پورس کو شکست دی۔ سکندر فتوحات کرتا ہوا استیلا کر گیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وسط ہند پر حملہ کرے مگر اس کی فوج نے ساتھ نہ دیا۔ چنانچہ اُسے مجبوراً واپس لوٹنا پڑا۔ راستہ میں سانگلہ ہل کے قریب ایک لڑائی میں زخمی ہوا۔ اور اسی زخم سے بابل پہنچ کر دنیا کو فتح کرنے کی حسرت دل میں لیے ہوئے رہا۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ !

## ایک زیادہ خدا۔ نیا بت تراشی میں

ہندوستان والوں نے بھی بت تراشی کا فن یونانیوں سے سیکھا۔ آج ایتھنز میں جا بجا مختلف مجسمے ان کے اس فن کے گواہ ہیں۔ چونکہ یہ لوگ بت پرست تھے اور ہندوؤں کی طرح ان کے بھی کئی خدا تھے۔ پانی کا دیوتا۔ آگ کا دیوتا۔ بہار کا دیوتا۔ خزاں کا دیوتا۔ غرض تمام مظاہر قدرت کا ایک ایک دیوتا مقرر تھا جس کے حضور میں قربانیاں ہرچلتے، منتیں مانتے اور اُسے خوش رکھنے کے لیے جھجھکتے۔ اس لیے ہر خدا کے لیے الگ مجسمہ بنایا۔ اور ہر ایک خدا کا علیحدہ معبد۔ مگر پھولی بات ان کی سمجھ میں نہ آ سکی۔ کہ دوسرے دیش تو ایک گدڑی میں بسر کر سکتے ہیں۔ لیکن دوبارہ شاہ ایک ولایت میں نہیں سما سکتے۔ اسی طرح ایک سے زیادہ خداؤں کا عقیدہ کس قدر بعید از قیاس ہے کہ ایک خدا کچھ کرنا چاہتا ہے تو دوسرا کچھ اور۔ اس لیے یہ بات بڑی آسانی کے ساتھ سمجھ میں آ سکتی ہے کہ ایک سے زیادہ خدا نہیں ہو سکتے۔

## ایکروپولس :- قدیم ایتھنز کا مذہبی مرکز تھا۔

ہو جانے کے بعد آج بھی سیاحان عالم کے لیے اپنے اندر بڑی کشش رکھتا ہے۔ اس مقام پر مختلف دیوی دیوتاؤں کے کئی بت ہیں۔ جو مسیح کی پیدائش سے چار پانچ سو سال پہلے کے بنے ہوئے ہیں۔ ایکروپولس پہاڑی پر ایک بہت بڑا عجائب گھر ہے۔ جس میں نوادرات کا بہت بڑا ذخیرہ اور زیادہ تر دیوی دیوتاؤں کے بت جمع ہیں۔

یہ کھنڈرات دراصل یونانی دیوی ڈیمری کے معبد کے ہیں جس نے ان کے خیال کے مطابق دنیا کو امن اور راحت دی۔ اس کے علاوہ یونانیوں کے سینکڑوں دیوتا اور دیویاں تھیں۔ جو پورے تمام کائنات کا خالق۔ اپالو سورج کا دیوتا۔ ڈائنا شکار کی دیوی۔ لیکن امن و راحت کی دیوی ڈیمری تھی۔ کیونکہ اس نے انسان کو کھیتی باڑی اور انداز پیدا کرنے کا کام سکھا کر چور و تشدد سے روکا۔ ورنہ پہلے انسان اپنی خوراک مرث شکار سے حاصل کرتا اور ایک دوسرے پر چور اور تشدد دروہ کرتا۔

ایویس کے معبدوں میں لوگ تعلیم کے لیے آتے تھے۔ وہ نہ صرف زندگی بسر کرنے کا درس دیتے

بلکہ انھیں روحانی تعلیم بھی دی جاتی۔ اور جب وہ علم میں پورے ماہر ہو جاتے تو وہاں سے رخصت کر دیا جاتا۔ تعلیم کے دوران میں انھیں نہ صرف ظاہری علوم و فنون سکھائے جاتے بلکہ رُوح کی تسکین اور موت سے بے خوفی کا درس بھی دیا جاتا۔ ہر طالب علم کو پاکیزگی نفس کی تعلیم دی جاتی۔ وہ گوشہ تنہائی میں غور و فکر کی عادت ڈالتا۔ روزے رکھتا اور دیوتاؤں کی رُوح میں بھجن گاتا۔ جس سے اس میں ضبط اور جفا کو شنی پیدا ہو جاتی۔ اور اس قابل ہو جاتا کہ دنیاوی صعوبتوں اور مشکلات کا مروانہ دار مقابلہ کر سکے۔

اسلام نے انسان کو صراطِ مستقیم کی تعلیم دی ہے۔ اور اس پر ایسی قیود عائد نہیں کیں جو اس کی طاقت سے باہر ہوں بلکہ اگر کوئی تسلیم الطبع انسان اسلامی تعلیمات پر غور کرے تو انھیں عین فطرت کے مطابق پائے گا۔

چوتھی صدی عیسوی میں شہنشاہ تھیودولس نے شاہی فرمان کے ذریعے یہاں درس و تدریس کا خاتمہ کر دیا۔ کیونکہ یہ عیسائی بادشاہ عیسائیت کو پھیلانے کا بڑا حامی تھا۔ اور جب تک اس معبد کی رونق کو کم نہ کیا جاتا عیسائیت کا پھیلنا ناممکن نظر آتا تھا۔

ان کھنڈروں کی شکستہ دیواروں پر کئی دیوتاؤں کی کہانیاں تصویروں کے ذریعے ظاہر کی گئی ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ مشہور اور دلچسپ ڈیمری دیوی کی بیٹی پروسپین کی کہانی ہے جسے نمونہ مشتے از خروارے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

پروسپین کی والدہ ڈیمری جو امن و راحت کی دیوی تھی جب باہر جاتی تو اپنی خوبصورت لڑکی کو گھر چھوڑ جاتی۔ یہ لڑکی جل پہیوں کے ساتھ ساحل سمندر پر کھلتی رہتی۔ پھول جنتی، ہنستی اور گاتی۔ ایک دن یہ لڑکی پہیوں سے کھینچتی کھینچتی ایسے مقام پر جا پہنچی۔ جہاں ایک نیا لیکن نہایت خوبصورت پھول کھلا تھا۔ نرس کا پھول۔ خوبصورت پروسپین اُسے دیکھ کر بہت تعجب ہوئی۔ دوسری پریاں تو ادھر ادھر چلی گئیں لیکن وہ اُسے دیکھتے میں محو رہی۔ اچانک زمین چھٹی اور اس میں سے ایک رتھ پر اندرون زمین کا دیوتا پلٹو نمودار ہوا۔ پروسپین اُسے دیکھ کر ڈر گئی اور اس کے رتھ میں گر پڑی۔ پلٹو پروسپین کو لے کر اپنے زمین دوز محل میں واپس چلا گیا۔ لیکن یہ لڑکی اس کے تاریک محل میں گھبرا کر رونے لگی۔ پلٹو نے زور و جواہر قیمتی لباس غرضیکہ زمین اور سمندر کے تمام تحفے اُسے بھلانے کے لیے دئے لیکن وہ روتی رہی اور سمندر کی روشنی اور اپنی ماں کے گھر جانے کے لیے چلاتی رہی۔

ادھر جب اس کی والدہ واپس آئی تو لڑکی کو نہ پا کر بہت گھبرائی اور دو مشعلیں اس سے مرادوں اور رات ہے اسے کہ اس کی تلاش میں روانہ ہو گئی۔ آٹھ دن اور رات اُس نے دنیا کا کوئی نہ جھان مارا لیکن بیٹی کا کہیں نشان نہ ملا۔ آدائیں دیتی۔ ہر شخص سے پوچھتی۔ درختوں، جانوروں، ہوا، روشنی سب سے پوچھا لیکن کسی کو معلوم

نہ تھا کہ پروسپین کہاں ہے۔ آخر تک اگر نہ ملے تو دنیا کو بد دعا دی۔ بارش بند ہو گئی۔ پھول جل گئے۔ درخت خشک ہو گئے۔ دنیا پر بربادی چھا گئی۔ دیوتاؤں کا پہلا اولیس اہوٹ گیا۔ جو پڑھیں جس کی مرضی سے پلٹو نے پروسپین کو ماخواریا سورج کے دیوتا اپالو کو اجاڑت دی کہ ڈیمری کو بتائے پروسپین کہاں ہے۔ کیونکہ سورج ہر شے کو دیکھتا ہے۔

ڈیمری کو جب معلوم ہوا تو اُس نے کہا کہ جب تک اس کی بیٹی واپس نہ آئے گی وہ دنیا میں کوئی چیز پیدا نہ ہونے دیگی۔ آخر پلٹو کو جو پڑھ کا حکم پہنچا اور اس نے پروسپین کو رتھ پر سوار کر کے زمین کے اندر سے اُپر بھیج دیا۔ لیکن بھیجنے سے پہلے اُسے اناد کھلا دیا۔

ڈیمری بیٹی سے مل کر بہت خوش ہوئی لیکن جب اُسے معلوم ہوا کہ پروسپین نے پلٹو کے زمین دوز محل میں اناد کھایا ہے تو وہ بہت سٹ پٹائی۔ لیکن اب کیا ہوسکتا تھا۔ اس اناد کھانے کی وجہ سے پروسپین کو چھ ماہ زمین کے نیچے رہنا پڑتا اور چھ ماہ زمین کے اوپر۔ یہ ہے کہانی جو معبد کے کھنڈرات میں تصویروں کے ذریعے دکھائی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ جب پروسپین زمین کے نیچے چلی جاتی ہے تو ان ایام میں یونان میں برف باری اور خزاں رہتی ہے اور جب پروسپین زمین سے باہر آتی ہے تو دنیا میں فصلیں اُگتی ہیں۔ پھول کھلتے ہیں اور بہار کا موسم آ جاتا ہے۔

ایسے ہی اور بھی کئی کہانیاں ان معبدوں کے کھنڈروں پر تصویروں کی صورت میں محفوظ ہیں لیکن ان کا بیان ہمارے سفر نامے سے غیر متعلق ہو گا۔ یہ کہانیاں اصل یونانیوں کے حکماء اور حکمائے اس لیے وضع کیں کہ وہ ایک خدا سے بزرگ و بڑتر سے واقف نہ تھے۔ ہر مظہر قدرت کی تشریح کے لیے انھیں ایک دیوتا تخلیق کرنا پڑتا جو اس کا منتظم قرار دیا جاتا۔ اور اس طرح دیوتاؤں کی تعداد بڑھتے بڑھتے قیاس سے باہر ہو گئی۔ لیکن روبرق قدرت ان گنت ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ اگر تمام دنیا کے درخت قلم بن جائیں اور سمندر سیاہی تب بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہیں ہو سکتیں۔ غور کا مقام ہے کہ اسلام نے دنیا اور انسان کی تخلیق کو کتنی آسانی سے حل کر دیا۔

مَا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ إِلَّا لِيَعْبُدَنَا - کہ ہم نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ ہماری عبادت کریں۔ ہماری بارگاہ میں سر نہ جھکائیں اور ہماری مقدر کردہ حدود میں رہیں تو تمام دنیا میں امن اور انصاف خود بخود قائم ہو جائے گا۔

ہیرڈوٹس ایکس کا تھیٹر ایک رومن کا بنا ہوا ہے۔ جو اُس نے ۱۶۰ سال بعد مسیح بنوایا تھا۔ جہاں اُس نے بس ڈراموں کی ڈرامے کھیلے جاتے تھے۔ اب بھی یہ اسی مقصد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ڈرامینس کا تھیٹر ایکروپولس کی جنوبی ڈھلان پر واقع ہے۔ جن میں تقریباً پندرہ ہزار تماثلی بیٹھ سکتے ہیں۔

ہر بات کی تصویر



سابقہ باہم گفتگو کرتے ہوئے عبود کہہ لیتا اور کوئی جانی  
وہابی نقصان نہ ہونا کچھ کم حیرت انگیز بات نہ تھی۔ بلا  
شبہ یہ اسلام کی روشنی کو امت اور اس کے برحق مہینے  
کی بین شہادت تھی۔ مگر اس سے بھی زیادہ متحیر کہ  
دینے والی یہ بات تھی کہ وریا کی تیز دند موجوں کا  
مقابلہ کرتے ہوئے جو گھوڑا ٹھنک جاتا تو اس کے  
سستانے کے لیے اسی مقام پر ٹیلہ ظاہر ہو جاتا۔  
جس پر کھڑے ہو کر گھوڑا ٹھنک اتار لیتا اور اندر نو تازہ  
دم ہو کر وریا کے اندر خود میں تیرنے لگ جاتا۔ قریب  
قریب تمام گھوڑوں کو ایسا اتفاق ہوا۔ اس لیے اس  
دن کو تواریخ عرب میں یوم الماء اور یوم الجراثیم کے  
ناموں سے موسوم کیا گیا۔

اگرچہ گھوڑے پانی میں تیر سکتے ہیں۔ مگر اتنے گہرے  
اور عرضانی دریا کو جس میں معمولی حالت میں جہاز چلتے ہوئے  
تو بے انتہا جوش و طغیانی کی حالت میں اور جب کہ اس  
کا عرض میلوں کا پور ہا ہو طے کر لینا گھوڑوں کی قوت  
سے بالاتر اور خلاف عادت تھا۔ جن لوگوں نے سندھ  
اور ہندوستان کے گڈکا، جمنہ وغیرہ دریاؤں کو طغیانی  
کی حالت میں دیکھا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ایسے انتہائی  
خطرناک وقت میں جبکہ سرکش و طاعون دریا کی ہر موج  
پیغام موت سنار ہی ہو۔ گھوڑوں یا ہاتھیوں کے دریا  
سے عبور کرنا موت کے منہ میں کودنا ہے۔ یہ ہی وجہ  
تھی کہ اہل بدائیت نے اس بعید از عقل و قیاس کی  
حالت کو دیکھا تو خود بخود شہر کو خالی کر کے چل دیئے  
مگر ممکن ہے اب بھی کوئی مہذب و ہرم و متعصب کج بحثی  
کر کے اس روشن کرامت اور واضح دلیل کو مٹانا چاہے۔  
مگر اس امر کو کہ جہاں ضرورت ہوئی دریا میں ٹیلہ  
ظاہر ہو گیا اور گھوڑے نہ مہیں پھنکے ہو کہ سستہ  
لگے کسی سبب ظاہری سے متعلق نہیں کر سکتا اور اس  
کو بجز کرامت اسلام اندر تائید ربانی کے کوئی چارہ  
نہیں۔ اس حیرت کن نصرت غیبی کو نافع بنی الاسود ان  
اشہار میں بیان کرتے ہیں۔

و املاً علی اللہ اتق خیاراً بحراً حسن برهن الرضا  
فانفتلنا خزانة المر اسرط یوم و تلوا و احاصل مناجر لیا  
یعنی ہم نے دانت پر گھوڑوں کو جھکا دیا کہ دانت کا دریا  
اُن کے فاسطے میدان کی طرح خوشنما تفریح کی جگہ تھی۔  
پھر ہم نے کسری کے خزانوں کو نکال لیا۔ جبکہ ان  
لوگوں نے نیشہ پھیری اور کسری مغموم ہو کہ ہم سے  
بھاگا۔

حضرت عقیبہ کا  
حشر اے سباع کو خلیفہ

امیر معاویہؓ نے حضرت عقیبہ  
بن نافع فہریؓ کو افریقہ کا  
عالم مقرر فرمایا اور حضرت  
عقیبہ نے افریقہ کے اکثر حصہ کو فتح کر لیا۔ یہ یہ جو  
اس ملک کے اصلی باشندے تھے۔ ان میں سے  
بیشتر مسلمان ہو گئے۔ اور حضرت عقیبہ کے ساتھ

ممالک افریقہ کی فتح میں شریک ہو گئے۔ لیکن مسلمانوں کے لئے کوئی مستقل چھاؤنی نہ تھی جس جگہ انکا مستقل قیام ہوتا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ جب امیر افریقہ وہاں سے تاریخ ہو کہ مصر کے واپس آتے تو نو مسلم بربر بھی مخالفین کے ساتھ مل کر سب عہد و پیمان توڑ دیتے اور جو مسلمان وہاں موجود ہوتے ان کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہ رکھتے۔ ان حالات کے پیش نظر حضرت عقبہ نے مناسب مقام پر چھاؤنی قائم کر کے کھانا کا ارادہ فرمایا۔ جہاں بہر وقت اسلامی سپاہ موجود رہے اور اس طرح مغربی افریقہ کو ایک مستقل صوبہ قرار دیا جائے۔

لیکن اس غرض سے جس مقام کو پسند فرمایا۔ وہاں اس قدر دلدل۔ گنجائش جنگل اور گھنے درخت تھے، کہ انسان یا بڑے جانور تو وہ کتنا رسا پنوں کو بھی ان درختوں میں سے ہو کہ گزرنا دشوار تھا۔ اس جنگل میں خوشخوار درخت اور موذی درخت ہر پہلے جانور بکثرت تھے۔ ایسی سرزمین میں انسان کی دیو و بائش تو کجا گزرنا بھی خالی از خطرہ نہ تھا۔ مگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہر ارادہ یا ذل اللہ ہوتا تھا اُن کے ہر فعل میں مقبولیت کے آثار نمایاں ہوتے تھے وہ جو کچھ کرتے تھے تو کل علی اللہ کرتے تھے۔

اس مقام کو تیارگاہِ نبیؐ نے ہیں جو خطرات تھے۔  
مسلمانوں نے ان کا اظہار کیا۔ تو حضرت عقبہؓ نے اُن  
مصلحتوں کا ذکر کیا جو اس مقام کو منتخب کرنے میں پیش  
نظر تھیں۔ اہل اسلام کے نزدیک بھی یہ مصالحِ قرین  
ثابت ہوئیں اور حضرت عقبہؓ کی رائے ان کو رائج  
معلوم ہوئی۔

اس لشکر میں اٹھارہ صحابہ تھے۔ ہمیشہ کہ حضرت  
عقبتہؓ سب کو جمع کر کے اس میدان میں لے گئے اور  
حشرات و سباع کو خطاب فرمایا۔

ايتها الخشعات والمسيح تعون اصحاب رسول  
صلى الله عليه وسلم فارحلوا فانا ناذرون  
نمن وحيدنا بعد قتلنا -

اسے نہ تندر اور موذی جانوروں۔ ہم رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اس جگہ آباد ہوئے اور  
قیام کرنا چاہتے ہیں۔ تم یہاں سے چلے جاؤ اور  
اس مقام کو چھوڑ دو۔ اس کے بعد ہم جس کو دیکھیں گے  
قتل کر دیں گے۔

اس آواز میں نہ معلوم کیا تاثیر غنی کسان واحد  
میں سب حشرات اور درندوں میں بھل چھ گئی۔ وہ  
فی الفی نقل مکانی کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ غول  
کے غول وہاں سے نکلنے شروع ہو گئے۔ شیر  
اپنے بچوں کو اٹھائے ہوئے۔ بھڑپئے اپنی اولاد  
کو لیے ہوئے ساتھ اپنے سپو دیوں کو کمر سے جٹاتے  
ہوئے چلے جاتے تھے یہ ایک عجیب ہیبتناک  
و قہر خیز منظر تھا جو نہ اس سے قبل دیکھا گیا تھا نہ

کسی کے زہم و کماں میں تھا۔

یہ لادبی امر ہے کہ اس حالت میں جبکہ درویش  
اور سانپ وغیرہ اس طرح بکثرت پھیل چکے جاتے ہیں  
کوئی شخص قریب کھڑا بھی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ہزاروں  
تماشاخی اس حالت کو دیکھنے کے لیے کھڑے ہوں گے  
سب جانتے تھے کہ اس وقت یہ کسی جبار اور طاقتور  
حکم کے تابع اور مسخر ہو گئے چلے جاتے ہیں کسی دوسرے  
کہ ان سے کیا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ ان کے لڑائی جانی  
بھائی بھاری ہو رہی ہے۔ اس لیے بے خوف و خطر  
ہزاروں مخلوق تماشا دیکھ رہی تھی۔

قوم بربر جو اس ملک کے اصلی باشندے اور اس جنگل کی حالت اور خطرات سے بخوبی واقف تھے ان حالات کو بحشم خود مشاہدہ کر رہے تھے۔ کیا ممکن تھا کہ عقانیت اسلام کی ایسی روشن دلیل دیکھنے کے بعد بھی وہ باطل کے پرستار رہے۔ اسی وقت ہزار ہا بربری صندقِ دل سے ایمان لے آئے اور اسلام کے حلقہٴ گروش غلام بن گئے۔

یہ ایک تاریخی صحیح واقعہ ہے جس کی تفسیر  
میں شخص کر سکتا ہے جو اصول تاریخ اور مسلمانوں کے  
بے لوث اور آزادانہ طریقہ تاریخ نویسی سے ناواقف  
محض ہوا در حوالہ تاریخ عالم پر بلا حجت و دلیل کی بنیاد  
خط تخریح کھینچ کر واسطے تیار ہو جائے۔

فیروزان میں تمہیں مسجراؤ  
سمت قبلہ کا تعین

بالکل پاک اور ایسا صاف ہوا کہ اس وسیع میدان میں آبادی میں چالیس سال تک سانسپ وغیرہ کی صورت نظر نہیں آئی۔ جب لشکر اسلامی ان خطرات کی طرف سے مطمئن ہو گیا تو تعمیر کا کام شروع ہوا۔ سب سے پہلے میدان میں دارالامارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور اس کے گرد گرد مسلمانوں نے مکانات بنائے۔ اور اس کے ساتھ ہی حضرت عقبہؓ نے جامع مسجد کی بنیاد رکھی لیکن حضرت عقبہؓ کو حقیقی سمت قبلہ کے تعین اور دیوار قبلہ کے صحیح رخ پر قائم کرنے کے بارے میں بہت کچھ تردد تھا۔ اگرچہ ادائیگی نماز کے لیے استقبال قبلہ کافی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ سمت قبلہ بالکل صحیح اور حقیقی طور پر متعین ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس قدر تک صحابہ بطور ظن و تخمین استقبال قبلہ کیے اور نماز ادا کرتے رہے۔ لیکن اسلامی دارالسلطنت میں جامع مسجد کی تعمیر جبر اعلیٰ درجہ کا مذہبی شعار ہے کوئی امر نہ تھا۔ ان کو خیال تھا کہ اگر اس وقت ہمسری سے سمت قبلہ کا تعین کر کے دیوار قبلہ قائم کر دی گئی تو ممکن ہے کہ کسی وقت اس میں کوئی غلطی محسوس اور جوامع مسجد کا منحرف عن القبلہ ہونا کوئی وسیع قلعہ عوام میں پیدا کیے۔



حضرت عقبہؓ کو ملک افریقیہ میں سخت  
ماء الفرس | سفروں میں ایک مرتبہ ایسے مقام پر  
قیام کا اتفاق ہوا۔ جہاں دور دور تک پانی کا نام نہ  
نشان ..... تک نہ تھا۔ مسلمانوں پر  
پیاس کا غلبہ ہوا۔ اور قریب تھا کہ سب کے سب ہلاک  
ہو جائیں۔ حضرت عقبہؓ نے یہ حالت دیکھی تو سخت  
مضطرب ہوئے اور سب سے بہتر تدبیر یعنی رجوع  
الی اللہ کی بطورت جو مسلمانوں کی اصلی علامت و خصوصیت  
ہے منوجر ہو گئے۔ دو رکعت نماز پڑھ کر بارگاہِ ایزدی  
میں تضرع و زاری سے دعا شروع کی۔ ابھی آپ دعا  
سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ آپ کے گھوڑے نے  
سُرم سے زمین کو کھدنا شروع کر دیا۔ اور زمین کے  
اندر سے ایک شفاف پتھر ظاہر ہوا جس میں سے  
نورِ چشمہ اُبل پڑا۔

جو لوگ انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ پر معجزات اور خرق عادات کے ظہور کے ممکن الوقوع جانتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ واقع بالکل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے مشابہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس

عصر حاضرہ کے مسلمان کیوں طرح طرح کے مصائب و کالامیت میں مبتلا ہیں ؟  
کیا خدا ہی نہیں ؟ کیا یہ قرآن نہ ہی  
نہیں — ؟

بِقِيَّةِ عَدْلٍ وَانصافٍ (ملا سے آگے)

انقصہ اقرار ان پاک کی آیات کی روشنی میں اب ہر وہ شخص جو جوہر عرفی کے دامن رحمت ائمہ سے وابستگی کا دعویدار ہے خود ہی فیصلہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کا انسانی زندگی کے ٹکڑوں سے کیا مفاد ہے اور وہ پہلی تمام قوانین کو کہاں صرف کرنے کا حکم دیتا ہے۔ دنیاوی خلافیت اور دنیاہ میں۔ حرام خودی منہاد فی الارض۔ غضبِ حقوق اور نامحاذر رشتہ پروردی کے لئے ملتی ہیں۔ یا منظوم انسانیت کی آہوں کو مسکراہٹ سے دہلنے کے لیے دی جاتی ہیں۔

دوست خواہ وہ خواہ اپنے بندوں پر کسی کو  
مشرقِ خواہگی عطا فرماتا ہے۔ اس کو امام عادل  
دیکھنا چاہتا ہے۔ لہذا اس کا فرض ہے کہ وہ اپنی  
عادلانہ اور کہیمانہ کوششوں سے اجر طے ہوئے  
گھرانوں کو آباد کرے۔ فریادگیوں کی فریادیں کیے  
ناداروں کی بندہ پروری اس کا لائحہ عمل ہے۔ اور  
اپنے چند روزہ اقتدار کو قیام امن والصفات اور  
خدمت خلق کے لیے وقف کر دے۔ تاکہ ادھر  
بنندگانِ خدا اس کے لیے ماتھا اٹھائیں۔ اور ادھر  
ربِّ ذوالمنن کی رحمت کے قطرات اس کی کشتِ روح  
کو سیراب کر دیں۔ اور دنیا میں اس کی حسرت کو شرتِ دوزخ  
حاصل ہو اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کو اپنے خواہ  
رحمت میں جگہ دے

زندہ است نام فرخ نوشیروان به علی رح  
گرچہ بے گزشت کہ نوشیروان مساندی

یقیناً سوہ نازق عظم (ملا سے آگے)

بدو امیر المؤمنین کا نام سنتے ہی گھبرا کر آپ کے برابر  
سے اٹھ کر آپ کے سامنے آ بیٹھا۔ اور اپنی گستاخی کی  
عزت بیاہنے لگا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کوئی حرج  
نہیں۔ قوم کا سرور و قوم کا سچا خادم ہو تا ہے کل صبح  
تم میرے پاس آنا۔ میں بیت المال سے تمہارے بچے کا  
روزانہ مقرر کر دوں گا۔ اگلے روز علی الصبح بدو آپ کی  
خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُس کے بچے کا وظیفہ  
مقرر فرما دیا۔ اور اس کے علاوہ اس بدو کو بھی کچھ مال دے  
کر رخصت فرمایا۔

(۴) آپ کے دسترخوان پر دوسرا کبھی نہ ہونے  
(۵) فرمایا کرتے کہ اگر حساب کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی  
ایک بیکری تنہا میں بھونک کر کھاتا۔

(۶) آپ کی قیص اور پاجامہ میں چودہ پیوند تھے ایک  
پیوند سرخ چرٹے کا بھی تھا۔

(۷) فرمایا کرتے تھے کاش میں ایک سینڈیچ بنواتا مگر گھر والے مجھے موٹا کر کے زوجہ کو تے پھر دیا کہ

کھا لیتے۔ اور میں فصد ہو کر یا ہر نکلتا۔ مگر کبھی نہ دیتا۔

(۸) بیواؤں اور یتیموں کے لیے اُٹے کا قرضہ لے لیا  
بیٹھ پر لادئے۔ اگر کوئی کہتا لائے ہم اٹھائیں  
تو فرماتے قیامت کے دن میرے گناہ کیوں  
اٹھائے گا۔

(۹) ایک دفعہ حضرت سلمان فارسی آپ کی ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا اے سلمان مجھے میرا وہ احوال جو تمہیں بُرا معلوم ہوتا ہو بتاؤ۔ انہوں نے کہا مجھے اس امر سے محاف فرمائیے۔ فرمایا منور بیان کرو۔ جب بہت اصرار کیا تو حضرت سلمان نے کہا۔ میں نے سنا ہے۔ کہ آپ کے دستِ خِوال پر ایک دقت میں دو قسم کا کھانا جوتا ہے۔ اور آپ کے پاس دو کُرتے ہیں۔ ایک دن اور دوسرا رات کا۔ آپ نے فرمایا اے سلمان بڑی بدنامیوں باتیں نہیں ہیں۔ اور کچھ سنا یا دیکھا ہو۔ تو بتائیے انہوں نے کہا اور کچھ نہیں ہے

فَاقْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ

قائم شدہ ۱۹۲۸ء  
سابقہ  
ایک اینٹیں والی  
تیسری پینچیاں پہلا پتہ چھوڑاں دیو  
سالانہ نمبر کی کتاب  
شعبہ ہست



## بقیہ مجلس ذکر (مستمر)

جانہ کسی اور طرف جانا چاہتا ہے۔ مگر مالک اس کی دوسری طرف کھینچتا ہے۔ اسی طرح نفس انسان کو دنیا کی طرف کھینچتا ہے۔ مگر اس نور کی برکت سے اس کا دل دنیا سے ہٹتا جاتا ہے۔

(۳) وَلَا اسْتَعْدَادُ لِمَوْتٍ قَبْلَ تَزْوِيلِهِ

(اور مرنے سے پہلے مرنے کے لئے تیار نہ جانا)  
اس نور کی بے پیرسی علامت ہے کہ انسان ہر وقت پابرجا رہتا ہے۔

جن کو یہ نور عطا نہیں ہوا۔ ان کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن زُحْمَتُمْ أُنْكُمْ أَوْ لِيَاءُ لِلَّذِينَ هَدَى اللَّهُ مِنَ النَّاسِ فَمَنْ يَبْتَغِ الْإِلَهَ إِلَّا مَا حُدِّثَتْ إِلَيْهِمْ وَاللَّهُ عَالِمُ الْغُيُوبِ (سورہ المجیدہ سورہ ۲۸) (ترجمہ) فرما دیجئے۔ اے لوگو! جو یہودی ہو۔ اگر تم خیال کرتے ہو کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو۔ سوائے دوسرے لوگوں کے تو موت کی آرزو کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ وہ لوگ اس کی کبھی بھی تمنا نہ کریں گے۔ بسبب ان (عملوں) کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ اصل میں یہ ارشاد باری پروردگار کے متعلق ہے۔ مگر یہ اس پر بھی صادق آتا ہے۔ جس کا دل دنیا میں پھنسا ہوا ہو۔ اور اس کو آخرت کی فکر نہ ہو۔ اگر مقبول پاکہ الہی ہوگا تو رنگ اور ہوگا۔

ان باتوں کی تفصیل کرنے والے کو کئی گنا اس قال کو حال بنائے والا کوئی۔

طرح۔ منہج۔ اور صبح۔ ان تینوں کی نفی کا نام فقر ہے اللہ والے سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے اور کسی سے طرح نہیں کھنکھاتا کہ اللہ تعالیٰ کسی ذریعہ سے کوئی چیز ان کے ہاں بھجوا دیں تو وہ انکار نہیں فرماتے۔ جو آئیں وہ اس کو جمع نہیں فرماتے بلکہ صبح مصداق میں خرچ فرما دیتے ہیں۔ اب ان کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ جو اللہ کے بندے اور بندیاں بعض مجبوروں کے ہاں اللہ والوں کے وعدہ پر نہیں آسکتے۔ اللہ تعالیٰ اللہ والوں کو ان کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ جیسے جنگل کے درختوں کو اگر کسی اور طرح پانی نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ بادلوں کو ان کے سروں پر لا کر برسات دیتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں میرے دادا پیر کبھی تشریف لے جا رہے تھے کہ سات ایک جنگل میں لہر لہاتی پڑی۔ اس جگہ کے قریب ہی ایک جھوپڑی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس جھوپڑی کے رہنے والے جینوں کا دودھ بیچ کر گذر اوقات کرتے تھے۔ سات کو جب

انہوں نے دودھ دہیا تو جس برتن میں دودھ رکھا تھا اس میں کتا منہ ڈال گیا۔ جب لالکوں نے اپنی والدہ کو اس کی اطلاع دی تو وہ کہنے لگی کہ یہ دودھ ان فقراء کو دے آؤ۔ حضرت اور آپ کے خدام یہ سب باتیں سن رہے تھے۔ جب دودھ آیا تو کسی نے حضرت سے عرض کی کہ حضرت! دودھ آگیا ہے فرمایا لے کر رکھو۔ جب دودھ اٹھا کر لانے والے واپس چلے گئے تو فرمایا کہ دودھ کو دریا میں گرا دو۔ یہ منع کی مثال ہے۔

حضرت امروٹی کے ہاں ایک دفعہ ایک زمیندار ۵۰۰ روپیہ نذرانہ لے کر آیا۔ اور عرض کی کہ آپ کا بڑا خرچ ہے۔ میں یہ آپ کی امداد کے لیے لایا ہوں اس کا یہ کہنا تھا کہ حضرت رحمہ فقہ سے لال ہو گئے اور فرمایا کہ مجھے اللہ کی مدد کافی ہے۔ یہ رکھا لے جاؤ۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد اس نے بہت مدت سماجت کی۔ مگر آپ نے ایک نہ سنی۔ اور ایک پیسہ بھی نہ لکھا۔ یہ ترک طمع کی مثال ہے۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب فاروقی جو آج کل دہلی مسلم ہسپتال۔ انارکلی کی مسجد میں خطیب ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں دیوبند میں تعلیم سے فارغ ہوا تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ سے ایک متمول خاتون نے درخواست کی کہ مجھے اپنے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے استاد کی ضرورت ہے۔ حضرت نے مجھے بھیجا دیا۔ وہ خاتون میرے کام سے اتنی خوش ہوئی کہ اس نے مجھے کئی ہزار روپے دے کر کہا کہ جہاں تمہارا دل چاہے خرچ کرو۔ میں نے وہ روپیہ لا کر حضرت کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ تو فرمایا کہ مجھے تو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ترک طمع کی دوسری مثال ہے۔ طور شاہ جو آج کل ملتان میں رہتے ہیں اور میرے حضرت کے خدام میں سے ہیں۔ انہوں نے ایک جتنا تحفہ بھیجا، تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ نے وہ سر پر رکھ لیا۔ طور شاہ کا جوتا محبوب اور ایک عورت کا کئی ہزار روپیہ نامنطور۔

اب میں پھر اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔ قریب باتیں گئے تو ہند چلے گا کہ بیوی بچے۔ ماں باپ اور گھر کا ساز و سامان جو بے حد محبوب تھا کچھ بھی ساتھ نہیں آیا۔ تب معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ دھوکا ہی تھا۔ موت کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔ ممکن ہے کہ اچانک ہی موت آجائے مثلاً گھر سے کب بھاش کے لئے نکلیں۔ حادثہ پیش آجائے اور جنازہ بھی گھر آئے۔ اس لیے ہر وقت موت کے لیے تیار رہنے کی ضرورت ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ گھر والے سمجھتے ہیں کہ بعض رو بہ صحت جو رہا ہے۔ مگر یکایک حالت بگڑ جاتی ہے اور موت آ جاتی ہے۔ اگر

موت کی تیاری کی ہوگی تو قبر بہشت کا باغ بن جائیگی ورنہ دوزخ کا گڑھا۔

اپنا خود امتحان لیا کیجئے۔ اگر یہ تینوں چیزیں پیدا ہو رہی ہیں تو اس کو اللہ کا فضل سمجھئے۔ اس حالت میں کہا جائے گا کہ روحانی حالت رو بہ بصوت ہے۔ جب انسان کے اندر یہ فوق پیدا ہو جاتا ہے۔ تو اس کے قول و فعل میں انقلاب آ جاتا ہے۔ دنیا سے ہم نے انکار الہیہ کے موتی لے کر جانا ہے۔ تاکہ مرنے کے بعد قبر اور حشر میں یہ کام آئیں۔

اور اللہ کے پاک نام سے یہ تینوں چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اللہ کے نام میں بھی تاثیر ہے۔ یہ سارا جہاں اسی کے نام کی تاثیر ہے۔ اس میں جو لذت ہے۔ اس کے مقابلہ میں سب لذتیں بیچ ہیں۔

عبادت کی قبولیت سے طبیعت میں سرور پیدا ہوتا ہے۔ شادی کے متعلق کسی نے کہا ہے کہ عیش شہر و عزم دہر یعنی ایک ماہ کے عیش کے لیے ساری عمر کا غم مول لینا شادی ہے۔ گویا ہر راحت میں رنج ہے۔ راحت اور رنج دونوں لازم ملزوم ہیں۔ ایک ذکر الہی اسی چیز ہے جس میں رنج نہیں ہے۔ جتنا زیادہ کرتے جلیتے۔ اتنی زیادہ راحت ہوگی۔ اور رنج کم ہوتا جائے گا۔ اولاد نہیں تو غم۔ اولاد ہو تو غم۔ ایک بیٹا تھا تو غم ٹھوڑا تھا۔ دو ہوئے تو غم زیادہ ہو گیا۔ اس کے مقابلہ میں اللہ کا نام جتنا بڑھتا جائے گا غم کھٹا جائے گا۔ باقی چیزیں جتنی بڑھیں گی اتنا ہی غم زیادہ ہوتا جائے گا۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دعا کی اسباب دنیا جتنے زیادہ گہرا لاش گے اتنے ہی زیادہ غم ہونے لگے۔

کابل کی صحبت مدت مدید تک نصیب ہو تو یہ چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ حضرت دین پوری کے ایک خادم تھے۔ جو دھارما سٹیشن سے دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ وہ نواب بہادر پور کے رشتہ دار تھے۔ ان کے ایک ہمسایہ نے حضرت دین پوری کے پاس آکر شکایت کی۔ کہ آپ کے خادم نے میری کچھ زمین دہائی ہے۔ حضرت نے ان کو بلایا۔ اس نے کچھ بھیجا کہ حضرت زمین میری نہیں۔ آپ کی ہے۔ جتنی مانگتا ہے دے دیجئے۔ مجھے آنے کی ضرورت نہیں۔ عام زمیندار جیسے چپ زمین کے لیے لڑتے ہیں۔ یہ اللہ والوں کی صحبت کا اثر تھا۔ کہ ایک زمیندار اپنی ساری زمین دینے کے لیے تیار ہے۔ اور وہ بھی اس صورت میں کہ مدھی کا دعوئے بھی جھوٹا تھا۔

حضرت امروٹی رحمۃ اللہ کا واقعہ ہے کہ کسی شخص نے ان کے لنگر کے لیے کچھ زمین دی۔ اس کے ورثہ نے حضرت کے پاس آکر اپنا حق (باقی حصہ) کا مل لیا۔



## سفر نامہ یورپ (حصہ ۱)

ایروپس ایک چٹان ہے۔ جو ایٹمنز کی اعلیٰ عدالت کی جگہ تھی۔ جہاں سینٹ پول نے سکھہ میں ایٹمنز والوں کے سامنے ان دیکھے خدا پر لکچر دیا تھا۔ پٹالیس میں ایٹمنز والوں کے ملکی اور ملی معاملہ کے متعلق اجلاس ہوا کرتے تھے۔ ہوا محل بہت خوبصورت عمارت ہے۔ جو مسیح سے ایک سو سال پہلے تعمیر ہوا۔ یہ ہوا کے دیوتا کو خوش کرنے کے لیے تعمیر ہوا تھا۔ چھوٹا میٹر پول دسویں صدی میں تعمیر ہوا۔ کیتی کاریا۔ ایک بازنطینی گرجا گھر ہے۔ جو بارہویں صدی میں تعمیر ہوا۔

قدیم قابل دید عمارتوں کے علاوہ یہاں بہت سی جدید قابل دید عمارت بھی ہیں۔ جن میں سب سے بڑی عمارت سٹیٹیم ہے۔ جس میں ستر ہزار تماشائی بیٹھ سکتے ہیں۔ یہ قدیم زمانے کے تھپڑ تھپڑے جن میں رہتے بھی ہوتے اور بہادر یونانی اپنی جوانمردی کے کرتب بھی دکھاتے۔ تماشائی اپنی نگہوں پر بیٹھ کر دیکھتے تھے۔

اولمپک کھیلوں میں اول آنے والے کونستون کے پتوں کا تاج پہنایا جاتا جو یونان میں عزت افزائی کا سب سے بڑا نشان تھا۔ شاہی محل۔ پُرانا محل۔ نامعلوم الیم سپیری کا مزار۔ اکاڈمی۔ یونیورسٹی اور نیشنل لائبریری قابل دید عمارتیں ہیں۔

ان کے علاوہ یہاں بے شمار گرجے اور عجائب گھر ہیں۔ ہر چیز دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اور ان کو دیکھنے کے بعد بے اختیار یہ شعر زبان پر آ جاتا ہے کہ از نقش و نگار در دیوار شکستہ

آثار پدید است صنادید عجم را! یہاں کے گائیڈ نے بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے یہاں ایک آگہ دالی قوم آباد تھی۔ مگر تاریخ میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ (باقی دارد)

میں نقص پیدا ہوا ہے آپ یا تو مجھے اس مکان کو بیچ کر لائے سبحان خاں میں دوسرا مکان بنانے کی اجازت دیں۔ اس سے آپ کے مکان کی عورت بدلی جائیگی لیکن سیرت دی رہے گی۔ یا پھر آپ مکان واپس لے لیں۔ جس خدا نے مجھے آج تک کرایہ دیا ہے وہ سزا بھی دے گا۔

مولوی امام الدین صاحب نے خوشی سے مجھے اجازت دے دی اور ان کے مکان کو بیچ کر میں نے اپنا موجودہ مکان بنایا۔ اولیاء کرام کی صحیح الشراج کی برکت سے ان کے کمالات کا عکس طالب کی طبیعت پر پڑتا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو مقبول بھی بلاگاہ ان کی صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

کی اُمت میں اللہ تعالیٰ کے بندے آ رہے ہیں۔ احد قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ جن کی برکت سے حقیقی اور اصلی اسلام کے آثار ہمیشہ دنیا میں تابندہ رہیں گے۔ اور پائندہ رہیں گے۔ چنانچہ خواص کے توکل والے اللہ کے مقبول بندے ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اور آج بھی موجود ہیں۔ جو اپنی تمام خدا داد توفیقوں کو اور اپنی زندگی کے تمام لمحات کو محض اللہ تعالیٰ کے دین کی حمایت اور اس کی نشر و اشاعت میں خرچ کرتے ہیں۔ اور تمام ذرائع معاش کو ترک کر کے اپنی ضروریات کا کفیل فقط اللہ تعالیٰ کو بناتے ہیں۔ دراصل اسلام کا صحیح نقشہ انہیں اللہ کے بندوں کی برکت سے آج تک زندہ رہا ہے اور قیامت تک رہے گا۔

## دعا

کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنے ذرائع معاش اختیار کرنے کے باوجود نفع حاصل کرنے میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ قرآن مجید کے اس حکم کی بھی تعمیل ہو جائے جس سے عام طور پر مسلمان غافل ہیں۔

وَمَا عَلَيْكَ إِلَّا الْإِسْلَامُ

## حقیقی مجلس گزشتہ (حصہ ۱)

جناک زمین واپس مانگی تو آپ نے اندر دستاویز لاکر جلادی اور فرمایا کہ جاؤ لے جاؤ۔ میرا یہی دستاویز ہے قبضہ تھا جو میں نے جلادی۔ میرے دو بچے ہیں۔ ایک علم کا۔ دوسرا اللہ اللہ کرنے کا۔ اپنے حضرات کی پیروی کو میں اپنے لیے باعث فخر سمجھتا ہوں۔ اپنے مکان کے سلسلہ میں بھی میں نے انہیں کی پیروی کی۔ مولوی امام الدین صاحب مرحوم پرائمری سکول کے مدرس تھے ان کے اکبر نیڈی کے پاس تین مکان تھے۔ وہ اکبر میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے خواب میں حکم ہوا ہے کہ میں آپ کو ایک مکان دیدوں۔ میں نے بہت اچھا کہا اور وہ چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد پھر آئے کہ مجھے دوبارہ حکم ہوا ہے۔ میں نے پھر بہت اچھا کہا اور معاملہ ختم ہو گیا۔ کافی مدت کے بعد وہ پھر آئے کہ آج تو مجھے بہت ڈانٹا گیا ہے کہ کیا تمہیں اپنی زندگی پر بھروسہ ہے۔ چلتے چل کر پسند کر لیجئے۔ چنانچہ میں نے جا کر ایک مکان پسند کر لیا۔ مولوی امام الدین صاحب نے اسکی رجسٹری کروا دی۔ میں نے اس مکان میں رہائش اختیار کر لی میری عادت ہے کہ میں گھر دی دیکھ کر نماز کے لیے آتا ہوں دیوار سے جب میں نماز کے لیے اُٹھتا ہوں تو کہتا ہوں کبھی کوئی دوست ملی جائیگی کبھی کوئی۔ ان سے باتیں کرنے میں کبھی میری ایک اور کبھی دو رکعت قضا ہو جاتی ہیں۔ میں نے مولوی امام الدین صاحب کو بلا کر کہا کہ آپ نے مجھے اشاعت دین کے لیے مکان دیا تھا۔ مگر میرے دین

## خطبہ جمعہ (حصہ ۱)

میری ضروریات کا کفیل فقط اللہ تعالیٰ ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ

## سب پہلے اور سب آخری پیغمبر

دونوں کی مبارک زندگی کے لمحات طیبہ دین الہی کی نشر و اشاعت میں دن رات وقف ہیں۔ تو میں سے بھی معاوضہ نہیں مانگتے۔ اور لفظ ہر ذریعہ معاش بھی کوئی نہیں۔ خواص کا توکل یہی ہے۔ اس مقدس گروہ کی ضروریات کا کفیل اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اس کا اعلان ہے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَمْ يَخْرُجْ مِنْ جُحْدٍ حَيْثُ لَا يَمْنَعُهُ رِيَاؤُهُ حِينَ يَتَوَكَّلُ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ۔ (الانبیاء ۲۲) اور جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا ہے۔ اور اسے رزق دیتا ہے۔ جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو۔ اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔ سو وہی اس کو کافی ہے۔

## عوام کا توکل

اس سے پہلے آپ سُن چکے ہیں۔ کہ قرآن مجید میں سات مقامات پر سب مومنوں کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان کے توکل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر کام کے کرنے میں سلسلہ اسباب میں ہاتھ ڈالیں۔ جس طرح کہ ایک غیر مسلم ہاتھ ڈالتا ہے مگر اس کام میں خاطر خواہ نتیجہ نکلنے کی امید اپنی کارکردگی اور محنت کو نہ سمجھیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ رکھیں۔ مثلاً دس ہزار کمال وکان میں لاکر رکھا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ اے اللہ تو مجھے اس تجارت میں نفع عطا فرما۔ جب نفع حاصل ہو۔ تو یہ عقیدہ رکھئے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نفع ہوا ہے۔ اگر وہ نہ چاہتا تو مجھے نفع کے نقصان ہو جاتا۔ علیٰ ہذا القیاس مومن خواہ کوئی بھی ذریعہ معاش اختیار کرے۔ عقیدہ یہی ہونا چاہئے کہ کام تو میں کر رہا ہوں۔ نفع اور نقصان اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ نفع ہو۔ تو اسے اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھا جائے۔ بخلاف اس کے غیر مسلم کا نظریہ یہ ہوگا۔ کہ یہ نفع میری دانشمندی اور عقلمندی کے باعث حاصل ہوا۔

## خواص موجود ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات حمیدہ میں سے صرف ایک صفت اللہ تعالیٰ نے آگے منتقل کی ہے نہیں دی۔ اور وہ صفت نبوة ہے۔ آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد دنیا میں قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس کے علاوہ باقی صفات کے حامل آپ



# پہچول کا صفحہ

## دشمنوں کو دوست بناؤ!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-  
دُبرائی کا جواب ایسے اخلاق سے  
دو۔ جو اس موقع کے لحاظ سے  
بہت ہی بہتر اور بہت ہی عمدہ  
ہو۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہارے کٹر  
دشمن بچتے دوست بن جائیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ یہ بھی جائز ہے  
کہ بُرائی کے جواب میں تم بھی اس جیسی  
بُرائی کر دو۔ یعنی کسی نے طمانچہ مار دیا  
ہے تو جائز ہے۔ کہ تم بھی اتنی ہی زور  
سے طمانچہ مار دو۔ لیکن اللہ تعالیٰ  
کے نزدیک قابلِ تشریف اور بڑی بات  
یہ ہے کہ بُرائی کا جواب ایسی طرح دو  
کہ بُرائی کرنے والا اپنی غلطی پر خود  
شرمندہ ہو جائے اور آئندہ ایسی بُرائی  
سے باز آجائے۔ اس طرح بُرائی بھی  
مٹتی ہے اور بُرائی کرنے والے کی اصلاح  
بھی ہوتی ہے۔

بزرگوں کے واقعات میں اس کی بہت  
سی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً سیدنا حضرت  
زین العابدین رضی اللہ عنہ ایک روز مسجد  
میں تشریف لے جا رہے تھے۔ کچھ  
خادم آپ کے ساتھ تھے۔ ایک شخص  
آیا۔ اور حضرت زین العابدین رضی اللہ  
عنہ کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ خادموں نے  
اس کو ڈانٹنا چاہا۔ حضرت زین العابدین  
ذرا اُٹھے بڑے خادموں کو منع کیا  
اور آہستہ سے اس شخص سے کہا۔

تم نے جو کچھ کہا ہے وہ بہت کم  
ہے۔ میرے امزد بہت زیادہ برائیاں  
ہیں۔ تمہیں ان کی خبر بھی نہیں۔ میرے  
ساتھ چلو میں تباؤں نکالوں گا۔ یہ شخص

خاموش ہو گیا۔ آپ اس کو مکان پر لے گئے۔  
کپڑوں کا ایک جوڑا اور ایک ہزار درہم  
نقد اس کو پیش کئے۔ یہ شخص شرم سے  
پانی پانی ہو گیا۔ حضرت سے معافی مانگی  
اور عرض کیا۔ میں مان گیا۔ آپ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں۔ آپ  
کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے  
زمانہ کے بہت بڑے خلیفہ و بادشاہ  
تھے۔ ایک روز رات کے وقت  
مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہاں  
ایک شخص پڑا سو رہا تھا۔ اندھیرے  
میں آپ کا پیر اس کے لگ گیا۔  
اُس نے سر اٹھایا اور کہا۔

”تم پاگل ہو؟“  
حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ  
عنہ نے فوراً جواب دیا ”نہیں“  
اردلی جو آپ کے ساتھ تھا اُس  
کو غصہ آیا کہ مسجد میں راستہ  
گھیرے ہوئے سو رہا ہے اور  
اتنی تیزی دکھانا ہے۔ حضرت  
عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے  
اردلی کو روکا۔ فرمایا۔ غصہ ہونے  
کی کوئی بات نہیں۔ اس نے پوچھا  
تھا کیا تم پاگل ہو۔ میں نے جواب  
دے دیا۔ نہیں۔  
قصہ ختم ہوا۔ جھگڑنے کی کیا  
بات۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ساتھی تھے۔ عرصہ  
تک آپ کے ساتھ ساتھ رہے۔ ایک

دفعہ کسی نے آپ کو بہت سخت بات  
کہہ دی۔ آپ نے ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا  
بھائی موت کی کھائی سامنے ہے۔ اگر  
میں اس سے آسانی سے گزر گیا تو پھر  
تم اس سے بھی زیادہ سخت کہو۔ مجھے  
کیا پرنا۔ اگر میں پھنس کر رہ گیا تو  
پھر جو کچھ تم کہو سب ٹھیک ہے  
اور میری عقلی غلط ہے۔

اب یہ عجیب و غریب جواب سن  
کر وہ شخص بہت نادیم ہوا۔ اس  
نے آپ سے معافی مانگی اور ہمیشہ  
کے لیے آپ کا معتقد ہو گیا۔

عزیز بیچو! دیکھو بُرائی کا بدلہ بُرائی  
سے بھی دیا جا سکتا ہے، مگر اس  
سے بُرائی ختم نہیں ہوتی، دشمن  
دوست نہیں بنتا اور بُرائی کے جواب  
میں اگر اخلاق سے کام لیا جائے تو  
بُرائی ختم ہوتی ہے۔ دشمن دوست بنتا ہے۔  
مسلمان اس لئے ہے کہ بُرائی ختم  
کرے اخلاق کو زندہ کرے اور اخلاق  
کی قوت سے دشمن کو دوست بنائے۔

## ہمارا ترانہ

پھر گرمی تو حید سے اک آگ لگا دو!  
جذبات کے شعلوں کو فربا سے مادو  
آفاق کے روزن سے باجھانک لے سے  
ایسے میں محمدؐ کے غلاموں کو جگا دو  
ایمان کی حرارت لئے پھر آگ سے کھیلو  
گرداب کی موجوں کو شہر بار بار دو  
یہ شام و شمس و شمس و شمس کس لئے ہیں!  
دنیا ہے یہ کس کے لئے دنیا کو تباہ دو  
سجدے میں گر بی بی بیچ کے سب کچھ نکالو  
پھر حضرت گاری سے پہاڑوں کو ہلا دو  
مشرق سے اچھل کر گر و مغرب کے لہر پہ  
اک جہت جہانگیر زمانے کو دکھا دو

تخلیق کرو اپنے ارادوں سے بلندی  
پستی کے کینوں کو ستاروں میں لپکا دو

(نوائے حم)



سلاطین و ستمبر گھل اعدا و دشمنان تو تہیا تہیں ہو سکے۔ لیکن یہ یقینی بات ہے کہ کم از کم دو سو بچے اور کچے مکان اور مہاجرین کی قریباً چار سو چھ بیڑیاں شدید متاثر ہوئیں۔

نئی دہلی - ۱۹ ستمبر - یو۔ پی۔ اے سی نے کل گیارہ بجے کیے کی ضمانت کا سرکاری  
بل منظور کر لیا ہے۔ ڈپول میں بند کیا جانے والا بڑا گھنٹہ اس سے  
منتقل ہو گا۔

— کراچی - ورسنبر - حکومت پاکستان اور کابل ریڈیو کے اعلانات میں بتایا گیا ہے کہ پاکستان اور افغانستان میں اس اصول پر سمجھوتہ ہو گیا ہے جس کی بنیاد پر چم کی بے مرئی کا جھگڑا اٹھ گیا جائے گا۔ امید ہے کہ سمجھوتہ کی بہت جلد عملی جامہ پہنایا جائے گا۔

پیریں۔ ۹ ستمبر۔ مراکش کی طویل پرتیا گیا ہے کہ سابق سلطان مراکش سیدی محمد بن یوسف نے مراکش میں اصلاحات کا وہ منصوبہ منظور کر لیا ہے جو فرانسیسی حکومت اور مراکش کے ماسندوں نے تیار کیا تھا۔

نئی دہلی - ۹ ستمبر کشمیر ٹریڈ کرسٹیک یونین کے صدر پنڈت پریم ناتھ بھارتی نظریہ  
 کو دھتے گئے۔

کراچی۔ ۱۰ ستمبر۔ پاکستان سٹیٹ بنک کے گورنر عبدالقادر صاحب نے اعلان کیا ہے کہ روپیہ کی شرح میں کمی اقتصادیات کو مستحکم کرنے کی غرض سے کی گئی ہے۔

— گراچی۔ اس ستمبر میں سردی نے وسندریہ میں مطالعہ کیا ہے کہ ایک  
بینٹیل کے بارے میں عوام کی رائے معلوم کی جاوے۔ اُن کے خیال میں موجود  
وسندریہ غیر نائنڈ ہے۔ کیونکہ مغربی پاکستان کی بیشتر سہیلیوں کے انتخابات  
آزادانہ نہیں ہوئے تھے۔

جہنوا۔ ۱۔ ستمبر۔ امریکہ اور چین میں دونوں ملکوں کے شہریوں کی واپسی پر مکمل سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ اس سمجھوتے کے تحت ہر دو ممالک کے شہری اپنے مکمل کو واپس جاسکیں گے۔

— کراچی - الستمبر - قائد اعظم کی برسی پر وزیراعظم پاکستان نے اعلان کیا ہے کہ بین الاقوامی گشتیاں سلجھانے کی پہلی شرط داخلی استحکام ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر کشمیر کے آزاد کرنے کی راہ میں جان کی بھی بازی لگانی پڑے تو میں دریغ نہیں کروں گا۔ آپ نے آگے چل کر کہا کہ اگر کامل اتحاد ہو تو تین ماہ تک اسلامی آئین تیار ہو سکتا ہے۔

— کراچی - ۱۸ ستمبر - خاتون پاکستان نے مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان کی جھلدار جلد جمہوریہ قرار دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ دستور سازی کے کام کو سب کاموں پر مقدم رکھا جائے۔

نئی دہلی۔ ارسیمبر عبادتی وزیر عظم ہند نے جواہر لال نہرو نے بیان دیا ہے کہ گوا کی فوج میں کوئی پاکستانی سپاہی ملازم نہیں

— کراچی ۱۲ ستمبر۔ جناح عوامی لیگ کے لیڈر مسٹر حسین شہید سہروردی نے مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان کا آئین بنانے کے لیے نئی دستور ساز اسمبلی قائم کی جائے۔

قاہرہ - ۱۲ ستمبر - قاہرہ اور مصر کے درمیان سے منفقہ و شہروں میں شدید زلزلہ آیا  
اٹھارہ افراد ہلاک اور سو سے زیادہ زخمی ہوئے کی خبر آئی ہے۔

— کہ اچھی ۱۳ ستمبر دستگیر سازان سبیلی میں سندھ کے وزیر اعلیٰ مسٹر کھوڑونے اعلان کیا کہ سندھ کے عوام کی غالب اکثریت ایک یونٹ کی حمایتی ہے۔

\_\_\_\_\_ لاہور۔ ۱۳ ستمبر۔ پاکستان اور افغانستان کے سمجھوتے پر ملک میں خوشی کا اظہار کیا گیا ہے۔ امید ظاہر کی گئی ہے کہ مسئلہ کشمیر بھی احسن طریقے سے سمجھ جملے گا۔

بنیوں۔ ۱۳ ستمبر۔ وزیر اعلیٰ سرمد سردار بہادر خاں نے اعلان کیا کہ ایک لینڈ کمپن جس ماندہ علاقوں کے لیے مفید ہوگا۔

— کراچی۔ ۱۵ ستمبر۔ وزیراعظم پاکستان چوہدری محمد علی نے اعلان کیا ہے کہ ایک پرنٹ قائم ہونے ہی عام انتخابات کی تیاریاں شروع کر دی جائیں گی انہوں نے مزید کہا کہ پاکستان میں جمہوریت ہی کا بول بالا ہو گا۔ ٹوکیٹر شپ مت نام ہونے کے محتاج نہ بنیاد ہیں۔

لاہور۔ آزاد خی کشمیر کے رہنما جے اے ای غلام عباس نے اعلان کیا کہ پاکستان میں تمام وزراتی تبدیلیاں آئینی طور پر عمل میں آئی ہیں۔ آپ نے کہا کہ امریکی ادارہ میں بھی کچا یا رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔

— کراچی - ۱۵ ستمبر - دستور یہ کی سلیکٹ کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ آئی  
کمر ٹوں کے اختیارات کے متعلق دفعہ ۲۲۳ الف (قانون ہند جاریہ ۱۹۳۵ء  
کی بھی توثیق کی جائے۔ کمیٹی نے دفعہ ۹۲ الف اور راولپنڈی سائرس ایکٹ  
کی توثیق کی سفارش کی ہے۔

پشاور - ۱۵ ستمبر - خبر آئی ہے کہ پاکستان میں تمام افغانی سفارتی دفاتر آئندہ ہفتہ تک کام شروع کر دیں گے۔

— کراچی - ۱۶ ستمبر۔ دستور یہ ہیں ایک پرنٹ بل پر عام بحث ختم ہو گئی  
سر دادا میراظم نے اعتراضات کا جواب دیا۔ یہ بحث گزشتہ پچیس دن سے  
مباری تھی۔

یونس ایس۔ ۱۶ ستمبر۔ ارجنٹائن میں پھر بغاوت رونما ہو گئی۔ ملک بحر  
میں حالتِ محاصرہ کا اعلان کر دیا گیا۔ اس بغاوت میں شہریوں۔ فوج اور بحریہ  
کے کچھ دستوں نے حصہ لیا۔

نئی دہلی - ۱۶ ستمبر: بھارتی فوج نے ناکا قبائل کے دو دیہات کا صفایا کر دیا۔ تصادم میں چودہ ناکا ہلاک اور تیس مجروح ہو گئے۔

کوٹہ۔ ۱۰ اکتوبر۔ خاں عبدالغفار خاں گرفتار کر لئے گئے۔ اُن کی گرفتاری بلوچستان میں داخلہ کی خلاف ورزی کے سلسلہ میں عمل میں آئی ہے۔

کراچی - ۱۶ ستمبر۔ دستور یہ میں ایک یونٹ بل پر متفق وار سمجھ ستروع ہو گئی۔ خیال ہے کہ یکم نومبر تک ایک یونٹ کی حکومت قائم ہو جائے گی۔

— کراچی - ۸ ستمبر - نائب وزیر اعظم مصر جمال سالم پاکستان کے پندرہ روزہ دورے پر کراچی پہنچ گئے۔ انہوں نے وزیر اعظم پاکستان سے باہمی

امور پر تبادلہ خیالات کیا۔  
 — یونس ارس - ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۱ء کے باغیوں ایک صفحے پر قید کر لیا۔ باغیوں کے

مجلس استیلا و کثرت در این روزگار